ایڈیٹر
سید مبشر احمد ایاز

مارچ ۱۹۹۹ء

Digitized By Khilafat Library Rabwah

وہ آیا منتظر تھے جس کے دن رات   معمہ کھل گیا روشن ہوئی بات

سیدنا حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی (۱۸۳۵ء - ۱۹۰۸ء) مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام

Digitized By Khilafat Library Rabwah

میرے ساتھ وہ ہاتھ ہے جو اخیر وقت تک مجھ سے وفا کرے گا

"....میرے پر ایسی رات کوئی کم گزرتی ہے جس میں مجھے یہ تسلی نہیں دی جاتی کہ مَیں تیرے ساتھ ہوں اور میری آسمانی فوجیں تیرے ساتھ ہیں۔ اگرچہ جو لوگ دل کے پاک ہیں مرنے کے بعد خدا کو دیکھیں گے لیکن مجھے اُسی کے مُنہ کی قسم ہے کہ مَیں اب بھی اس کو دیکھ رہا ہوں۔

دُنیا مجھ کو نہیں پہچانتی لیکن وہ مجھے جانتا ہے جس نے مجھے بھیجا ہے۔ یہ ان لوگوں کی غلطی ہے اور سراسر بدقسمتی ہے کہ میری تباہی چاہتے ہیں۔ مَیں وہ درخت ہوں جس کو مالکِ حقیقی نے اپنے ہاتھ سے لگایا ہے....

اے لوگو! تم یقیناً سمجھ لو کہ میرے ساتھ وہ ہاتھ ہے جو اخیر وقت تک مجھ سے وفا کرے گا۔ اگر تمہارے مرد اور تمہاری عورتیں اور تمہارے جوان اور تمہارے بوڑھے اور تمہارے چھوٹے اور تمہارے بڑے سب مل کر میرے ہلاک کرنے کے لئے دعائیں کریں یہاں تک کہ سجدے کرتے کرتے ناک گل جائیں اور ہاتھ شل ہو جائیں تب بھی خدا ہرگز تمہاری دعا نہیں سُنے گا اور نہیں رُکے گا جب تک وہ اپنے کام کو پورا نہ کر لے....

پس اپنی جانوں پر ظلم مت کرو۔ کاذبوں کے مُنہ اَور ہوتے ہیں اور صادقوں کے اَور.... خدا کے مامورین کے آنے کے لئے بھی ایک موسم ہوتے ہیں اور پھر جانے کے لئے بھی ایک موسم۔ پس یقیناً سمجھو کہ مَیں نہ بے موسم آیا ہوں اور نہ بے موسم جاؤں گا۔ خدا سے مت لڑو یہ تمہارا کام نہیں کہ مجھے تباہ کر دو ــــــ"

(اربعین نمبر ۳ روحانی خزائن جلد نمبر ۱۷ صفحہ ۳۹۹ تا ۴۰۱)

Digitized By Khilafat Library Rabwah

اداریہ

گاندھی کو قائد کا جواب

قائداعظم گاندھی کو مہاتما نہیں کہا کرتے تھے۔ گاندھی انہیں تحریر و تقریر میں جناح کے نام سے پکارا کرتے تھے۔ ایک دفعہ گاندھی نے آپ کو خط لکھا جس میں انہوں نے پوچھا کہ جناح! آپ کو کس نام سے مخاطب کیا جائے؟ اس پر آپ نے جواب دیا کہ **"گلاب کا پھول گلاب ہی رہتا ہے خواہ اس کو کوئی بھی نام دیا جائے۔ اس کی خوشبو میں کوئی فرق نہیں آتا۔"**

رابطہ آفس: دفتر ماہنامہ "خالد" دارالصدر جنوبی۔ ربوہ

قیمت۔/7 روپے ★ سالانہ۔/70 روپے

مینیجر: مبارک احمد خالد

پبلشر: مبارک احمد خالد۔ پرنٹر: قاضی منیر احمد۔ مطبع: ضیاء الاسلام پریس۔ ربوہ

Digitized By Khilafat Library Rabwah

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کو غیر از جماعت کا خراج عقیدت

چند جھلکیاں

(مرتبہ سید مبشر احمد ایاز۔ مدیر خالد)

ذیل میں علامہ نیاز فتحپوری صاحب کے مضامین میں سے ایک انتخاب ھدیہ قارئین کیا جاتا ہے۔ یہ مضامین "ملاحظات نیاز فتحپوری" کے نام سے کتابچہ کی صورت میں شائع شدہ ہیں۔

تعارف

علامہ نیاز محمد خان جو علمی و ادبی دنیا میں نیاز فتحپوری کے نام سے معروف ہیں پاک و ہند کے مایہ ناز انشاء پرداز اور میدان تحریر کے عظیم شہسوار اور اردو ادب کے زبردست نقاد تسلیم کئے جاتے ہیں۔ آپ متعدد مذہبی، علمی اور ادبی کتب کے مصنف اور مشہور رسالہ ماہنامہ "نگار" کے تقریباً نصف صدی تک ایڈیٹر رہے ہیں۔

علامہ نیاز فتح پوری نہ صرف بلند پایہ ادیب تھے بلکہ دینی علوم میں بھی کافی دستگاہ رکھتے تھے۔ ان کا مطالعہ بہت وسیع تھا اور ہر موضوع کی جزئیات اور تفصیلات پر بحث کرتے وقت ان کا قلم بے دھڑک چلتا تھا۔ وہ اپنے ذہنی خیالات کو واشگاف الفاظ میں بیان کر دینے کے عادی تھے اور اس بارہ میں کسی قسم کا خوف ان پر مسلط نہ ہوتا تھا۔ چنانچہ علامہ ڈاکٹر ابو اللیث صدیقی صاحب جناب نیاز صاحب کی اس خصوصیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:۔

"بعض لوگوں کو نیاز کے مسلک اور بعض معاملات میں ان کے خیالات اور معتقدات سے اتفاق نہ ہوگا۔ سرسید سے بھی بعض لوگوں کو اختلاف تھا لیکن اس کے باوجود تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ نگار نے اور خاص طور پر نیاز صاحب نے آزادی فکر و نظر اور آزادی گفتار و قلم کی ایک صحت مند اور جرات مندانہ راویت کو پروان چڑھایا ہے۔ جس معاشرہ میں جہالت عام ہو۔ تعصب اور کوتاہ نظری پر لوگ فخر کرتے ہوں۔ روایت پرستی جہاں جزو ایمان سمجھی جائے وہاں ایسی روایت قائم کرنا اور اس پر ثابت قدم رہنا آسان نہیں"۔

(نگار: مئی جون ۱۹۶۳ء)

علامہ نیاز فتح پوری جن کا پیدائشی نام نیاز محمد خان تھا۔ ۱۸۸۴ء میں نئی گھاٹ ضلع بارہ بنکی میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد مکرم امیر خان کا آبائی وطن فتح پور تھا اور وہ محکمہ پولیس سے وابستہ تھے۔

علامہ موصوف کی ابتدائی تعلیم مدرسہ اسلامیہ فتح پور میں ہوئی۔ علوم اسلامی کے ساتھ ساتھ یہیں سے ۱۸۹۸ء میں انگریزی مڈل اور ۱۸۹۹ء میں میٹرک کا امتحان پاس کیا اور ملازمت کا سلسلہ شروع ہوا۔ ابتدائی دو سال محکمہ پولیس میں ملازمت کی اور اس کے بعد متعدد تعلیمی اداروں اور بعض دیگر اسامیوں سے منسلک رہے۔

علامہ نیاز کو شروع سے ہی ادبی اور علمی ذوق خدا تعالیٰ نے ودیعت کیا تھا۔ چنانچہ ۱۹۱۰ء میں وہ اخبار "زمیندار" میں آ گئے اور اس طرح آپ کی صحافتی زندگی کا آغاز ہوا۔ ۱۹۱۱ء میں ہفت روزہ "توحید" کے مدیر معاون اور ۱۹۱۹ء میں روزنامہ "رعیت" کے چیف ایڈیٹر مقرر ہوئے۔ فروری ۱۹۲۲ء سے ماہنامہ "نگار" نکالا اور تادم واپسیں اس کے مدیر اعلیٰ رہے۔

Digitized By Khilafat Library Rabwah

"نگار" کا پرچہ اپنے متنوع ادبی اور معلوماتی مضامین کی بناء پر علمی حلقوں میں بہت مقبول ہوا اور باوجود شدید مخالفت کے جادہ ترقی کی طرف رواں دواں رہا۔ "نگار" جولائی ۱۹۶۲ء تک لکھنؤ سے نکلتا رہا' اس کے بعد آپ نے پاکستان ہجرت اختیار کرلی اور پھر کراچی سے "نگار" کا اجراء ہوگیا۔

علامہ نیاز فتح پوری صاحب طرز انشاء پرداز تھے اور متعدد کتب کے مصنف ہیں جن میں سے من ویزداں' مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ' مذہب اور انتقادیات' اور نگارستان بہت معروف ہیں۔

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی صداقت کی ایک علامت ان کے نزدیک جماعت احمدیہ کا جذبہ خلوص و عمل ہے جس کا ذکر کرتے ہوئے آپ لکھتے ہیں۔

"رہا دعویٰ مہدویت سو اس سے انکار کی بھی کوئی وجہ نظر نہیں آئی جب کہ خود کلام مجید سے ہر زمانہ اور ہر قوم میں کسی نہ کسی ہادی و مصلح کا پیدا ہونا ثابت ہے اور میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ مرزا صاحب جھوٹے انسان نہیں تھے۔ وہ واقعی اپنے آپ کو مہدی موعود سمجھتے تھے اور یقیناً یہ دعویٰ انہوں نے ایسے زمانہ میں کیا جب قوم کی اصلاح و تنظیم کے لئے ایک ہادی و مرشد کی سخت ضرورت تھی۔ علاوہ اس کے دوسرا معیار جس سے ہم کسی کی صداقت کو جان سکتے ہیں' نتیجہ عمل ہے سو اس بات میں احمدی جماعت کی کامیابیاں اس درجہ واضح و روشن ہیں کہ اس سے ان کے مخالفین بھی انکار کی جرات نہیں کرسکتے۔ اس وقت دنیا کا کوئی مقام ایسا؟ نہیں جہاں ان کی تبلیغی جماعتیں اپنے کام میں مصروف نہ ہوں اور انہوں نے خاص عزت و وقار نہ حاصل کرلیا ہو۔ پھر کیا آپ سمجھتے ہیں کہ یہ کامیابیاں بغیر انتہائی خلوص و صداقت کے آسانی سے حاصل ہو سکتی تھیں۔ کیا یہ جذبہ خلوص و صداقت کسی جماعت میں پیدا ہو سکتا ہے اگر اسے اپنے ہادی و مرشد کی صداقت پر یقین نہ ہو اور کیا وہ ہادی و مرشد اتنی مخلص جماعت پیدا کر سکتا تھا اگر وہ خود اپنی جگہ صادق و مخلص نہ ہوتا۔

بہرحال اس سے انکار ممکن نہیں کہ مرزا صاحب بڑے مخلص انسان تھے اور یہ محض ان کے خلوص کا نتیجہ ہے کہ مسلمانوں کی بے عمل جماعت میں عمل زندگی کا احساس پیدا ہوا اور ایک مستقل حقیقت بن گیا۔

(از نگار ماہ اگست ۱۹۵۹ء صفحہ ۲'۳'۴)

اس زمانے میں مسلمانوں کی عملی حالت کی عکاسی کرتے ہوئے اور جماعت کی عملی تنظیم کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"اس لئے اگر مسلمان اس وقت تباہ و برباد ہیں تو اس کا سبب صرف یہ ہے کہ ان میں اب کوئی شخصیت ایسی موجود نہیں جو عملاً ان کو تعلیمات قرآنی کی طرف لے جائے حالانکہ ہمارے علماء و اکابر دین ہی میں سے کسی ایسی شخصیت کو ابھرنا چاہئے تھا لیکن نہیں ابھری۔

یہ تجربہ اس میں شک نہیں میرے لئے بڑا دردناک تھا اور اس خیال سے کہ ممکن ہے کوئی تحریک ہمارے علماء میں پھر زندگی پیدا کردے' میں نے بعض علمی پروگرام بھی ان کے سامنے پیش کئے۔ لیکن افسوس ہے کہ اس تن پرور و عیش کوش جماعت نے مطلق توجہ نہیں کی۔ اور جب ان کی طرف سے مایوس ہو کر میں نے دوسری جماعتوں کے حالات کی جستجو کی تو آخر کار نگاہ جا کر ٹھہری احمدی جماعت پر' جیسا کہ میں اگست کے نگار میں ظاہر کرچکا ہوں۔ اس جماعت کے متعلق میں کوئی اچھا خیال نہیں رکھتا تھا۔ لیکن جب میں نے اس کے موسس و بانی کی زندگی اس کی تعلیمات اور تنظیم پر غور کیا تو ماننا پڑا کہ اس وقت صرف یہی ایک جماعت ایسی ہے جس نے اس نکتہ کو سمجھا کہ اصل ایمان محض اقرار باللسان نہیں بلکہ اقرار بالعمل ہے اور اپنی مضبوط تنظیم اور استقامت کردار سے زندگی کی راہیں بدل دیں' ذہنی اقدار بدل دیئے' زاویہ فکر و نظر بدل دیا اور مسلمانوں کو پھر اس راہ پر لگا دیا جو بانی دین حق) نے متعین کی تھی۔

Digitized By Khilafat Library Rabwah

پھر یہ بات ایسی نہیں جس پر کسی منطقی حجت لانے کی ضرورت ہو۔ خود غور کیجئے کہ آپ کی اور احمدی جماعت کی زندگی میں کتنا نمایاں فرق ہے۔ آپ کے یہاں زندگی نام ہے منتشر انفرادی تشخص کا اور ان کے یہاں مرکزی ہیئت اجتماعی کا۔ آپ کی اجتماعیت افراد میں بٹ کر ھباء منثورا ہو چکی ہے اور ان کے یہاں تمام افراد چمٹ کر صرف ایک حبل المتین سے وابستہ نظر آتے ہیں۔ آپ کا شیرازہ بکھر گیا ہے اور وہ اس بکھرے ہوئے شیرازہ کے اوراق کو اکٹھا کر رہے ہیں۔ ان کی سادہ معاشرت، ان کی سادہ زندگی، ان کا جذبہ خلوص و صداقت، احساس ایثار و قربانی، پاس عہد، پابندی شریعت اور سب سے زیادہ ان کی عملی استقامت اور شدائد کے مقابلہ میں فلسفیانہ صبر و ضبط۔ یہ ہیں احمدی جماعت کے دو بنیادی عناصر و اجزاء، جن پر ان کے قصر اجتماعیت کی تعمیر ہوئی ہے اور جن سے اعراض کر کے دوسری مسلم جماعتیں اپنے وجود کو ختم کر چکی ہیں۔"

پھر لکھتے ہیں۔

"بانی احمدیت کے متعلق میرا مطالعہ ہنوز تشنہ تکمیل ہے اور میں نہیں کہہ سکتا کہ مرزا صاحب کی سیرت یا ان کی تعلیمات، ان کی دعوت......، ان کے تفہیمات قرآنیہ، ان کے عقائدی نظریئے اور ان کے تمام عملی کارناموں کو سمجھنے کے لئے کتنا زمانہ درکار ہوگا کیونکہ ان کی وسعت ہمہ گیری کا مطالعہ "قلزم آشامی" چاہتا ہے اور یہ شاید میرے بس کی بات نہیں۔ تاہم اگر اس وقت تک کے تمام تاثرات کو اختصار کے ساتھ بیان کرنے پر مجھے مجبور کیا جائے تو میں بلا تکلف کہہ دوں گا کہ وہ بڑے غیر معمولی عزم و استقلال، صاحب فراست و بصیرت انسان تھا جو ایک خاص باطنی قوت اپنے ساتھ لایا تھا اور اس کا دعویٰ تجدید و مہدویت کوئی پادر ہوا بات نہ تھی۔" (صفحہ ۲۴۔۲۶)

بلا سوچے سمجھے اور اصل ماخذ کو دیکھے بغیر اعتراض کرنے والوں میں سے ایک کو جواب دیتے ہوئے لکھا۔

"یہاں تک تو آپ کے اعتراضات کا جواب تھا۔ لیکن اب مجھے اس سے ہٹ کر بھی کچھ عرض کرنا ہے۔ وہ یہ کہ آپ اس باب میں خود تحقیق و جستجو سے کام لیجئے، دوسروں کے کہنے پر اعتماد نہ کیجئے اور اگر آپ نے ایسا کیا تو مجھے امید ہے کہ آپ کو بھی اس امر کا اعتراف کرنا پڑے گا کہ بانی احمدیت واقعی غیر معمولی فکر و نظر رکھنے والا انسان تھا اور قدرت کی طرف سے ایک خاص ذہنی قوت لے کر آیا تھا جس نے ہر ہر قدم پر اس کی رہبری کی، اور تعمیر اخلاق و کردار کی ایک بڑی یادگار اپنے بعد چھوڑ گیا۔"

می گویم و بعد از من گویند بدستانہا

(منقول از نگار بابت ماہ نومبر ۱۹۵۹ء صفحہ ۳۵ تا ۴۱)

اور ایک جگہ اس طرح ذکر کیا۔

"اس وقت بانی احمدیت کا مطالعہ جو کچھ میں نے کیا ہے اور میں کیا جو کوئی خلوص و صداقت کے ساتھ ان کے حالات و کردار کا مطالعہ کرے گا اسے تسلیم کرنا پڑے گا کہ وہ صحیح معنی میں عاشق رسول ؐ تھے اور (دین حق) کا بڑا مخلصانہ درد اپنے دل میں رکھتے تھے۔ انہوں نے جو کچھ کہا یا کیا وہ نتیجہ تھا محض ان کے بے اختیارانہ جذبہ و خلوص اور داعیات حق و صداقت کا۔ اس لئے سوال ان کی نیت کا باقی نہیں رہتا۔ البتہ گفتگو اس میں ہو سکتی ہے کہ انہوں نے کن معتقدات کی طرف لوگوں کو دعوت دی۔ سو اس پر روایت و درایت دونوں طرح غور و تامل ہو سکتا ہے۔ لیکن بے سود کیونکہ اس کا تعلق صرف ان امیال و عواطف سے ہو گا نہ کہ عمل و کردار سے۔ اور اصل چیز عمل و کردار ہی ہے۔"

لوگ منزل تک پہنچنے کے لئے راہیں ڈھونڈتے ہیں۔ برسوں سرگرداں رہتے ہیں اور ان میں صرف چند ہی ایسے ہوتے ہیں جو منزل کو پا لیتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ انہیں میں سے ایک مرزا غلام احمد قادیانی بھی تھے۔ سو اب یہ فکر و جستجو کہ وہ کن راہوں سے گذر کر منزل تک پہنچے بالکل بے سود ہے۔

Digitized By Khilafat Library Rabwah

اصل چیز راہ پیمائی نہیں بلکہ منزل تک پہنچ جانا ہے۔ اور اگر میں احمدی جماعت کو پسند کرتا ہوں تو صرف اسی لئے کہ اس نے اپنی منزل پا لی ہے۔ اور یہ منزل وہی ہے جس کی بانی (دین حق) نے نشاندہی کی تھی۔ اس سے ہٹ کر میں اور کچھ نہیں سوچتا اور نہ سوچنے کی ضرورت۔"

اپنی کتاب کے صفحہ ۶۰ پر لکھتے ہیں۔

"تاریخ و عقل دونوں کا فیصلہ یہی ہے۔ پھر غور کیجئے کہ اس وقت احمدی جماعت کے علاوہ مسلمانوں کی وہ کونسی دوسری جماعت ایسی ہے جو زندگی کے صرف عملی پہلو کو (دین حق) سمجھتی ہو اور محض عقاید کو مذہب کی بنیاد نہ قرار دیتی ہو۔

میں نے جب آنکھ کھولی' مسلمانوں کو باہم دست و گریباں ہی دیکھا۔ سنی' شیعی' اہل قرآن' اہل حدیث' دیوبندی' غیر دیوبندی' وہابی بدعتی اور خدا جانے کتنے ٹکڑے مسلمانوں کے ہو گئے۔ جن میں سے ہر ایک دوسرے کو کافر کہتا تھا۔ اور کوئی ایک شخص ایسا نہ تھا جس کے مسلمان ہونے پر سب کو اتفاق ہو۔ ایک طرف خود مسلمانوں کے اندر اختلاف و تضاد کا یہ عالم تھا اور دوسری طرف آریائی و عیسوی جماعتوں کا حملہ (دینی) لٹریچر اور اکابر (دین حق) پر۔ کہ اس زمانہ میں مرزا غلام احمد صاحب سامنے آئے اور انہوں نے اختلافات سے بلند ہو کر دنیا کے سامنے (دین حق) کا وہ صحیح مفہوم پیش کیا۔ جسے لوگوں نے بھلا دیا تھا یا غلط سمجھا تھا۔ یہاں نہ ابوبکر و علی کا جھگڑا تھا' نہ رفع یدین و آمین بالجہر کا اختلاف' یہاں نہ عمل بالقرآن کی بحث تھی نہ استناد بالحدیث کی۔ اور صرف ایک نظریہ سامنے تھا اور وہ یہ کہ (دین حق) نام ہے صرف اسوہ رسول کی پابندی کا' اور اس عملی زندگی کا' اس ایثار و قربانی کا' اس محبت و رافت کا' اس اخوت و ہمدردی کا اور اس حرکت و عمل کا جو رسول اللہ کے کردار کی تنہا خصوصیت اور (دین حق) کی تنہا اساس و بنیاد تھی۔

مرزا غلام احمد صاحب نے (دین حق) کی مدافعت کی اور اس وقت کی جب کوئی بڑے سے بڑا عالم دین بھی دشمنوں کے مقابلہ میں آنے کی جرات نہ کر سکتا تھا۔

انہوں نے سوتے ہوئے مسلمانوں کو جگایا' اٹھایا اور چلایا' یہاں تک کہ وہ چل پڑے اور ایسا چل پڑے کہ آج روئے زمین کا کوئی گوشہ نہیں جو ان کے نشانات قدم سے خالی ہو اور جہاں وہ (دین حق) کی صحیح تعلیم نہ پیش کر رہے ہوں۔

پھر ہو سکتا ہے کہ آپ ان حالات سے متاثر نہ ہوں۔ لیکن میں تو یہ کہنے اور سمجھنے پر مجبور ہوں کہ یقیناً بہت بڑا انسان تھا وہ جس نے ایسے سخت وقت میں (دین حق) کی جانبدارانہ مدافعت کی اور قرون اولیٰ کی اس تعلیم کو زندہ کیا جس کو دنیا بالکل فراموش کر چکی تھی۔

رہا یہ امر کہ مرزا صاحب نے خود اپنے آپ کو کیا ظاہر کیا۔ سو یہ چنداں قابل لحاظ نہیں کیونکہ اصل سوال یہ نہیں ہے کہ انہوں نے اپنے آپ کو کیا کہا' بلکہ صرف یہ کہ کیا کیا۔ اور یہ اتنی بڑی بات ہے کہ اس کے پیش نظر (قطع نظر روایات و اصطلاحات سے) مرزا صاحب کو حق پہنچتا تھا کہ وہ اپنے آپ کو مہدی کہیں کیونکہ وہ ہدایت یافتہ تھے۔ مثیل مسیح کہیں کیونکہ وہ روحانی امراض کے معالج تھے۔ اور ظل نبی کہیں کیونکہ وہ رسول کے قدم بقدم چلتے تھے۔"

ایک دوسرے انتہائی معقول زاویہ نگاہ سے دیکھتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"اب آیئے ایک دوسرے زاویہ سے اس مسئلہ پر غور کریں۔ جیسا کہ میں نے ابھی ظاہر کیا' اگر آپ کا یہ الزام صحیح تسلیم کر لیا جائے کہ مرزا صاحب کا دعویٰ مہدویت سراسر مکروفریب تھا تو لازماً یہ ماننا پڑے گا کہ یہ بہت بڑا مکروفریب تھا۔ اور جو شخص اپنے مشن کی بنیاد ہی ایسے کذب و دروغ پر قائم کرے گا وہ یقیناً بڑے پست اخلاق کا مالک ہو گا اور اس کی زندگی کا مقصود اس کے سوا کچھ نہ ہو گا کہ وہ لوگوں کو دھوکا دے کر دنیا کمائے۔ اور عیش و تنعم کی زندگی بسر کرے۔ حالانکہ مرزا صاحب کی زندگی میں کوئی ایک واقعہ بھی ایسا پیش نہیں کیا جا

Digitized By Khilafat Library Rabwah

سکتا۔ جس سے تاویل بعید کے (ذریعہ) بھی یہ ثابت ہو سکے کہ وہ خود غرض، مطلب پرست اور طامع انسان تھے۔ انہوں نے جس وقت احمدیت کی تبلیغ شروع کی اسی وقت صاف صاف کہہ دیا کہ ان کا مقصود اس تحریک سے صرف عملی تعلیمات.........کو زندہ کرنا ہے اور اس مقصود کی تکمیل میں دن رات منہمک رہے۔ آپ کو غالباً اس سے انکار نہ ہو گا کہ اس تحریک کے سلسلہ میں انہیں کن کن مصائب کا مقابلہ کرنا پڑا۔ کیسے کیسے خارزاروں سے گذرنا پڑا۔ لیکن کبھی ہمت نہیں ہاری اور آخر کار ان کا جذبہ خلوص اور صداقت کامیاب ہو کر رہا۔

مجھے سخت حیرت ہوتی ہے کہ لوگ مرزا صاحب کو برا کہتے ہیں صرف اس بناء پر کہ انہوں نے مہدی موعود، مثیل مسیح اور ظل نبی ہونے کا دعویٰ کیا اور کبھی اس کا اعتراف نہیں کرتے کہ انہوں نے........ میں کیسی زبردست باعمل جماعت پیدا کر دی۔"

اپنے ایک معترض کو جواب دیتے ہوئے آخر پر لکھا۔

"آخر میں آپ نے ایک بڑی معقول بات لکھی ہے کہ کسی شخص کی بات کو جانچنے کے لئے اس کی سیرت، اس کے اقوال و افعال اور لوگوں کے ساتھ اس کے معاملات کو بھی دیکھنا چاہئے۔ میں بھی لفظ بہ لفظ اسی اصول کا پابند ہوں۔ لیکن فرق یہ ہے کہ آپ اس اصول کے پیش نظر مرزا صاحب کے کردار کا مطالعہ کئے بغیر ان کو مورد الزام قرار دیتے ہیں اور میں ان کے اخلاق کا مطالعہ کرنے کے بعد ان کی عظمت کا اعتراف کرتا ہوں۔ اگر آپ تکلیف فرما کر کچھ مثالیں ایسی بھی پیش کر دیتے جن سے مرزا صاحب کی سیرت کا داغدار ہونا ثابت ہو سکتا ہے تو میں یقیناً آپ کا ہمنوا ہو جاتا۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ آپ کو ان کے حالات زندگی میں کوئی بات ایسی ملی ہی نہیں۔ ورنہ آپ یقیناً بڑے زور شور کے ساتھ ظاہر کر دیتے۔ محض مہدی موعود یا مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ کرنا تو کوئی خرابی کردار نہیں۔ جب تک آپ یہ ثابت نہ کریں کہ یہ دعویٰ کر کے وہ فلاں فلاں اخلاقی معصیت میں مبتلا ہوئے۔"

ایک مرد غیب

اپنے ایک مخاطب کو ایک مضمون میں لکھا:۔

"اس کی تردید میں آپ زیادہ سے زیادہ یہی کہہ سکتے ہیں کہ "اس معنی میں کیوں انہیں کو نبی تسلیم کیا جائے کسی اور کو کیوں نہیں" سو اس کے جواب میں میں بھی کم سے کم یہ کہہ سکتا ہوں کہ فاتوا بسورۃ من مثلہ اگر کوئی اور ایسا ہے تو اس کو پیش کیجئے۔ جس زمانہ میں مرزا صاحب........کی حمایت پر آمادہ ہوئے وہ بڑا نازک وقت تھا۔ اور ہندوستان کا طبقہ علماء بالکل سو رہا تھا۔ مخالفین (دین حق) کے سامنے آنے کی جرات و اہلیت نہ رکھتا تھا۔....... کھلم کھلا سربازار (دین حق) و صاحب (دین حق) کی توہین کی جاتی تھی اور کسی مسلم خانوادہ کو اس کا احساس تک نہ تھا۔ مسلمانوں کے دلوں سے دینی غیرت، اسلامی حمیت بالکل مٹ چکی تھی، شعائر اسلام کی پابندی برائے نام رہ گئی تھی اور اس "برے وقت" کا احساس حالی کو تو خیر ایک حد تک ہوا لیکن ہمارے علماء کے ہاتھ بھی دعا کے لئے نہیں اٹھے۔ قدم اٹھانے کا کیا ذکر ہے۔ الغرض یہ تھا وہ نازک وقت جب قادیان سے ایک مرد غیب اٹھ کھڑا ہوا اور اس نے اپنی تحریروں، تصویروں اور انتھک کوششوں سے نہ صرف یہ کہ مخالفین اسلام کے ہفوات کا جواب دیا بلکہ......میں ایک ایسی عملی جماعت پیدا کر دی جس کا اعتراف آپ کو بھی ہے۔

آپ نے حضرت مرزا صاحب کو بڑا وقت شناس ظاہر کیا ہے۔ اور اس میں شک نہیں وہ بڑے وقت شناس بزرگ تھے کیونکہ ان کی تحریک احمدیت اسی وقت شناسی کا نتیجہ تھی۔ لیکن آپ نے اس ضمن میں ایک فقرہ ایسا بھی لکھا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ وقت شناسی کا استعمال آپ نے کسی اور معنی میں کیا ہے...... کیونکہ اس سلسلہ میں آپ نے مولوی نور الدین صاحب اور مولوی محمد علی صاحب کا ذکر کرتے ہوئے یہ بھی ظاہر

Digitized By Khilafat Library Rabwah

کیا ہے کہ مرزا صاحب عربی اور انگریزی نہ جاننے کے باوجود ان دونوں حضرات پر چھا گئے۔ لیکن آپ کا یہ اعتراف وقت شناسی سے کوئی تعلق نہیں رکھتا بلکہ اس کا تعلق حضرت مرزا صاحب کی بلندی اخلاق اور روحانی قوت سے تھا نہ کہ کتابی علوم سے جس نے ان دونوں حضرات کو اپنا غلام بنالیا۔

حضرت مرزا صاحب انگریزی جانتے تھے یا نہیں مجھے اس کا علم نہیں۔ لیکن ان کی عربی دانی سے آپ کا انکار کرنا حیرت کی بات ہے۔ شاید آپ کو معلوم نہیں کہ مرزا صاحب کے عربی کلام نظم و نثر کی فصاحت و بلاغت کا خود عرب کے علماء و فضلاء نے اقرار کیا ہے حالانکہ انہوں نے کسی مدرسہ میں عربی ادبیات کی تعلیم حاصل نہیں کی تھی اور میں سمجھتا ہوں کہ حضرت مرزا صاحب کا یہ کارنامہ زبردست ثبوت ان کے فطری و وہبی کمالات کا ہے۔

علامہ اقبال کی جس تحریر کا آپ نے حوالہ دیا ہے۔ وہ ۱۹۳۴ء کے بعد کی ہے جب احرار کی شورش سے مرعوب ہو کر اپنی جان چھڑانے کے لئے وہ اس بیان کے دینے پر مجبور ہو گئے ورنہ اس سے قبل وہ احمدیت کے بڑے مداح تھے۔ چنانچہ حضرت مرزا صاحب کی وفات کے دو سال بعد علی گڑھ کے اسٹریچی ہال میں انہوں نے جو تقریر کی تھی' اس کا ایک فقرہ یہ بھی تھا کہ "پنجاب میں ...... سیرت کا ٹھیٹھ نمونہ اس جماعت کی شکل میں ظاہر ہوا ہے جسے فرقہ احمدیہ کہتے ہیں۔"

دنیا کے تمام مذاہب مخصوص تھے محض اقوام کے لئے۔ لیکن (دین حق) کا خطاب تمام عالم انسانی سے تھا۔ معمورہ دنیا کی پوری ہیئت اجتماعی سے تھا اور اسی بناء پر اس نے اکمل ادیان عالم ہونے کا دعویٰ کیا۔ الغرض یہ تھا اصل مفہوم و مقصود (دین حق) کا۔ جو افسوس ہے کہ عہد سعادت و عہد خلفائے راشدین کے بعد رفتہ رفتہ فراموش ہو گیا اور مسلمان بجائے اس کے کہ وہ دوسروں کو اصلاح و اجتماع کی دعوت دیتے خود افتراق و انتشار کا شکار ہو گئے اور مذہب نام رہ گیا صرف روایات کا۔

یہ حالت صدیوں جاری رہی یہاں تک کہ (دین حق) کو مرد بیمار سمجھ کر چاروں طرف سے اس پر حملے ہونے لگے اور اس کی کسمپرسی انتہاء کو پہنچ گئی۔ یہی وہ وقت تھا اور یہی وہ فضا تھی ہندوستان کی جب ایک مرد عمل سرزمین قادیان سے اٹھا اور اس نے تن تنہا تمام مخالف طوفان کا مردانہ وار مقابلہ کر کے دنیا پر ثابت کر دیا کہ خدا کا روشن کیا چراغ مدھم تو ہو سکتا ہے لیکن اسے بجھایا نہیں جا سکتا۔ ولو کرہ المشرکون

اس وقت مجھے اس سے بحث نہیں کہ (حضرت) مرزا غلام احمد صاحب نے اپنے آپ کو کس حیثیت سے پیش کیا یا یہ کہ اپنے آپ کو کیا سمجھا بلکہ صرف یہ ہے کہ کیا کیا یا کیا کر دکھایا اور کیونکر ایسی مضبوط اور باعمل جماعت قائم کر سکے جس کی بے پناہ عملی قوت کا اعتراف ان کے مخالفین کو بھی ہے۔ وذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء

احمدی جماعت کے قیام کو زیادہ زمانہ نہیں گذرا۔ تاہم اتنا زمانہ یقیناً گذر چکا ہے کہ اگر یہ تحریک بے جان ہوتی اور اس کی بنیاد کمزور ہوتی تو دوسری جماعتوں کی طرح یہ بھی ختم ہو چکی ہوتی۔ لیکن جس وقت ہم دیکھتے ہیں کہ یہ تحریک ایک مختصر گاؤں سے شروع ہو کر نصف صدی کے اندر تمام دنیا کے تمام گوشوں تک پہنچ جاتی ہے تو ہم کو اس کی استقامت عزم کا اعتراف کرنا پڑتا ہے اور یہ استقامت کسی جماعت میں اس وقت پیدا ہو سکتی ہے جب اس کا بانی و موسس خود بڑا مخلص انسان ہو۔"

جماعت احمدیہ کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے لکھا۔

"جس حد تک ذاتی عقائد کا تعلق ہے مجھے شیعی' سنی' خارجی' احمدی' اہل قرآن' اہلحدیث' مقلدین و غیر مقلدین سب سے اختلاف ہے۔ کسی سے کم کسی سے زیادہ۔ لیکن میں ان سب کو مسلمان اور ہیئت اجتماعی کا فرد سمجھتا ہوں۔ ہاں اس سے ہٹ کر جب سوال ترجیح و تفوق کا سامنے آتا ہے تو میں بے شک یہ کہنے پر مجبور ہو جاتا ہوں کہ اس وقت احمدیوں سے زیادہ

Digitized By Khilafat Library Rabwah

باعمل و منظم جماعت کوئی دوسری نہیں اور جب تک ان کی یہ تنظیم قائم ہے میں ان کو سب سے بہتر...... کہتا رہوں گا خواہ اپنی نااہلی، کم ہمتی، بے عملی یا برخود غلط عقل پسندی کی بناء پر میں کبھی ان میں شامل نہ ہو سکوں......... میں یہ نہیں کہتا کہ احمدی جماعت فرشتوں کی جماعت ہے اور وہ کبھی کسی گناہ کے مرتکب نہیں ہوئے لیکن میں یہ ضرور جانتا ہوں کہ اگر دوسری جماعتوں میں فی ہزار ایک سچا مسلمان ملے گا تو ان میں ۵۰ فیصدی ایسے افراد مل جائیں گے جو اپنی انسانیت اور بلندی اخلاق کے لحاظ سے واقعی مسلمان کہے جا سکتے ہیں۔ پھر جب میں یہ دیکھتا ہوں کہ اس جماعت کی یہ عزیمت و تنظیم نتیجہ ہے صرف مرزا صاحب کی بلند شخصیت کا تو وہ مجھے مہدی موعود سے بھی زیادہ اونچے نظر آتے ہیں۔ کیونکہ اول تو ظہور مہدی کا عقیدہ ہی سرے سے بے معنی سی بات ہے۔ لیکن اگر کبھی وہ تشریف بھی لائے تو شاید اس سے زیادہ کچھ نہ کر سکیں جو مرزا صاحب نے کر دکھایا۔"

(منقول از نگار ماہ نومبر ۱۹۶۱ء صفحہ ۳، ۴ ملاحظات نیاز فتح پوری مرتبہ محمد اجمل شاہد صاحب ایم اے)

یہ تو تھے تفصیلی مطالعہ اور گہرے غور و فکر کے بعد ایک غیر جانبدار اور منصف مزاج ادیب کے تاثرات

اب چند ایک تبصرے اور اظہار خیال مزید پیش ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات پر کچھ اخبارات و رسائل میں شائع ہوئے۔ یہ تاثرات دینے کا مقصد صرف یہ ہے کہ

اول ایک طبقہ ایسے منصف مزاج احباب کا تھا جو کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی خدمات دینیہ کا معترف تو تھا ہی، اس کا اظہار بھی کرتا تھا۔ اور ایک پہلو یہ بھی سامنے آتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی "دین حق" کی خدمت ایسی نمایاں اور غالب تھی کہ متعصب سے متعصب انسان بھی اس کا اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔ وگرنہ ہندوستان کا ایک ایک دل جب غیر جانبدار ہو کر تعصب کی پٹی آنکھوں سے ہٹا کر دیکھتا ہوگا تو یہ اقرار کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ "دین حق" کا دفاع جس طرح اس شخص نے کیا تھا واقعی وہ ایک بہت بڑا جرنیل اور جری پہلوان کہلانے کا مستحق ہے۔

(دین حق) کا ایک بڑا پہلوان

علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ:

مرحوم ایک مانے ہوئے مصنف تھے عیسائیوں، آریوں، برہموؤں کے خلاف شمشیر قلم خوب چلایا....... بے شک مرحوم (دین حق) کا ایک بڑا پہلوان تھا۔"

عالم بے بدل

○ اخبار "صادق الاخبار" جون ۱۹۰۸ء ڈیواڑی (بہاولپور)

"مرزا صاحب نے اپنی پر زور تقاریر اور شان دار تصانیف سے مخالفین (دین حق) کو ان کے لچر اعتراضات کے دندان شکن جواب دے کر ہمیشہ کے لئے ساکت کر دیا ہے اور کر دکھایا ہے کہ حق حق ہی ہے اور واقعی مرزا صاحب نے حق حمایت (دین حق) کماحقہ ادا کر کے خدمت (دین حق) میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ انصاف متقاضی ہے کہ ایسے اوالوالعزم حامی (دین حق) اور معین المسلمین، فاضل اجل، عالم بے بدل کی ناگہانی موت اور بے وقت موت پر افسوس کیا جائے۔"

بلند ہمت مصلح۔ مسیحا صفت

○ شمس العلماء سید ممتاز علی صاحب مدیر رسالہ "تہذیب نسواں"

"مرزا صاحب مرحوم نہایت مقدس اور برگزیدہ بزرگ تھے اور نیکی کی ایسی قوت رکھتے تھے جو سخت سے سخت دل کو تسخیر کر لیتی تھی، وہ نہایت باخبر عالم، بلند ہمت مصلح اور پاک زندگی کا نمونہ تھے۔ ہم انہیں مذہباً مسیح موعود تو نہیں مانتے لیکن ان کی ہدایت اور رہنمائی مردہ روحوں کے لئے واقعی مسیحائی تھی۔"

(رسالہ تہذیب النسواں لاہور ۱۹۰۸ء)

Digitized By Khilafat Library Rabwah

نہایت صالح اور متقی بزرگ۔ چشمدید شہادت

○ مشہور صحافی جناب منشی سراج الدین صاحب بانی اخبار "زمیندار"

ہم چشمدید شہادت سے کہہ سکتے ہیں کہ جوانی میں بھی نہایت صالح اور متقی بزرگ تھے۔ ان کا تمام وقت مطالعہ دینیات میں صرف ہوتا تھا' عوام سے کم ملتے تھے۔ ۱۸۷۷ء میں ہمیں ایک شب قادیان میں آپ کے یہاں مہمان کی عزت حاصل ہوئی۔ ان دنوں میں بھی آپ عبادت اور وظائف میں اس قدر محو و مستغرق تھے کہ مہمانوں سے بھی بہت کم گفتگو کرتے تھے۔" (اخبار زمیندار مئی ۱۹۰۸ء)

○ مولانا ابوالکلام آزاد

مولانا ابوالکلام آزاد برصغیر پاک و ہند کی ایک جانی پہچانی اور مشہور اور معروف شخصیت ہیں۔ مسلمانوں نے ان کے تبحر علمی کے باعث ان کی زندگی میں ہی انہیں "امام الہند" کا خطاب دے دیا تھا۔ حضرت مرزا صاحب کی وفات (۱۹۰۸ء) کے موقعہ پر آپ نے اپنے اخبار وکیل (امرتسر) میں جو اداریہ لکھا وہ درج ذیل کیا جاتا ہے۔ آپ لکھتے ہیں:۔

"وہ شخص، بہت بڑا شخص، جس کا قلم سحر تھا اور زبان جادو۔ وہ شخص جو دماغی عجائبات کا مجسمہ تھا۔ جس کی نظر فتنہ اور آواز حشر تھی۔ جس کی انگلیوں سے انقلاب کے تار الجھے ہوئے تھے اور جس کی دو مٹھیاں بجلی کی دو بیٹریاں تھیں۔ وہ شخص جو مذہبی دنیا کے لئے تیس برس تک زلزلہ اور طوفان رہا۔ جو شور قیامت ہو کر خفتگان خواب ہستی کو بیدار کرتا رہ۔....... دنیا سے اٹھ گیا۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی رحلت اس قابل نہیں کہ اس سے سبق حاصل نہ کیا جائے۔ ایسے شخص جن سے مذہبی یا عقلی دنیا میں انقلاب پیدا ہو ہمیشہ دنیا میں نہیں آتے۔ یہ نازش فرزندان تاریخ بہت کم منظر عام پر آتے ہیں اور جب آتے ہیں تو دنیا میں ایک انقلاب پیدا کر کے دکھا جاتے ہیں۔

مرزا صاحب کی اس رفعت نے ان کے بعض دعاوی اور بعض معتقدات سے شدید اختلاف کے باوجود ہمیشہ کی مفارقت پر مسلمانوں کو۔ ہاں تعلیم یافتہ اور روشن خیال مسلمانوں کو محسوس کرا دیا ہے کہ ان کا ایک بڑا شخص ان سے جدا ہو گیا ہے اور اس کے ساتھ مخالفین (دین حق) کے مقابلہ (دین حق) کی اس شاندار مدافعت کو جو ان کی ذات کے ساتھ وابستہ تھی خاتمہ ہو گیا ہے ان کی یہ خصوصیت کہ وہ (دین حق) کے مخالفین کے برخلاف "ایک فتح نصیب جرنیل" کا فرض پورا کرتے رہے ہمیں مجبور کرتی ہے کہ اس احساس کا کھلم کھلا اعتراف کیا جائے مرزا صاحب کا لٹریچر جو مسیحیوں اور آریوں کے مقابلہ پر ان سے ظہور میں آیا قبول عام کی سند حاصل کر چکا ہے اور اس خصوصیت میں وہ کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ اس لٹریچر کی قدر و قیمت آج جب کہ وہ اپنا فرض پورا کر چکا ہے ہمیں دل سے تسلیم کرنی پڑتی ہے۔....... ایک طرف حملوں کے امتداد کی یہ حالت تھی کہ ساری مسیحی دنیا (دین حق) کی شمع عرفان حقیقی کو سر راہ منزل مزاحمت سمجھ کے مٹا دینا چاہتی تھی....... اور دوسری طرف ضعف مدافعت کا یہ عالم تھا کہ توپوں کے مقابلہ پر تیر بھی نہ تھے اور حملہ اور مدافعت کا دونوں کا قطعی وجود ہی نہ تھا کہ مسلمانوں کی طرف سے وہ مدافعت شروع ہوئی جس کا ایک حصہ مرزا صاحب کو حاصل ہوا۔ اس مدافعت نے عیسائیت کے اس ابتدائی اثر کے پرخچے اڑائے جو سلطنت کے سایہ میں ہونے کی وجہ سے حقیقت میں اس کی جان تھا اور ہزاروں لاکھوں مسلمان اس کے اس زیادہ خطرناک اور مستحق کامیابی حملہ کی زد سے بچ گئے۔ بلکہ خود عیسائیت کا طلسم دھواں ہو کر اڑنے لگا...... غرض مرزا صاحب کی یہ خدمت آنے والی نسلوں کو گرانبار احسان رکھے گی کہ انہوں نے قلمی جہاد کرنے والوں کی پہلی صف میں شامل ہو کر (دین حق) کی طرف سے فرض مدافعت ادا کیا اور ایسا لٹریچر یادگار چھوڑا جو اس وقت تک کہ مسلمانوں کی رگوں میں زندہ خون رہے اور حمایت (دین حق) کا جذبہ ان کے شعار قومی کا

Digitized By Khilafat Library Rabwah

عنوان نظر آئے قائم رہے گا۔

اس کے علاوہ آریہ سماج کی زہریلی کچلیاں توڑنے میں مرزا صاحب نے (دین حق) کی بہت خاص خدمت انجام دی ہے....... آئندہ ہماری مدافعت کا سلسلہ خواہ کسی درجہ تک وسیع ہو جائے ناممکن ہے کہ یہ تحریریں نظر انداز کی جا سکیں....... آئندہ امید نہیں کہ ہندوستان کی مذہبی دنیا میں اس شان کا شخص پیدا ہو جو اپنی اعلیٰ خواہشیں محض اس طرح مذاہب کے مطالعہ میں صرف کر دے۔ (اخبار وکیل ۲۸ مئی ۱۹۰۸ء)

مولانا ابوالکلام صاحب آزاد کے اس شاندار شذرہ کے بارے میں بعض لوگ یہ غلط بیانی کرتے ہیں کہ اس کی تو تردید ہو چکی ہے لیکن یہ بات قطعی طور پر غلط ہے اول اس وجہ سے کہ ان دنوں اخبار وکیل کا مولانا کے علاوہ نہ کوئی اور مدیر تھا اور نہ ہی کوئی نائب مدیر۔ اس لئے آپ کے سوا کوئی اور یہ اداریہ لکھ ہی نہ سکتا تھا۔ دوسرے اس اداریہ کا اسلوب نگارش اور ضخامت الفاظ مولانا کے سوا اور کسی کے ہو ہی نہیں سکتے۔ تیسرے مولانا ابوالکلام آزاد اس اداریہ کے بعد نصف صدی سے زائد عرصہ زندہ رہے لیکن آپ نے کبھی بھی خود اس کی تردید نہیں کی نہ اپنی زبان سے اور نہ ہی اپنی قلم سے حالانکہ جماعت کے لٹریچر میں بار بار یہ تحریر پیش کی جاتی رہی۔

مولانا عبدالمجید سالک ہندوپاکستان کے نامور ادیب اور ایڈیٹر "انقلاب" تھے وہ اپنی کتاب "یاران کہن" کے صفحہ ۴۲ پر لکھتے ہیں۔ "مولانا ابوالکلام آزاد مرزا صاحب کے دعویٰ مسیحیت موعود سے تو کوئی سروکار نہ رکھتے تھے لیکن ان کی غیرت....... اور حمیت دینی کے قدردان ضرور تھے یہی وجہ ہے کہ جن دنوں مولانا امرتسر کے اخبار "وکیل" کی ادارت پر مامور تھے اور مرزا صاحب کا انتقال انہی دنوں ہوا تو مولانا نے مرزا صاحب کی خدمات (دینی) پر ایک شاندار شذرہ لکھا۔ امرتسر سے لاہور آئے اور یہاں سے مرزا صاحب کے جنازہ کے ساتھ بٹالہ تک گئے۔"

اس بارے میں مکرم مولانا محمد اسماعیل صاحب پانی پتی کا خطبہ مطبوعہ الفضل ۱۱ جون ۱۹۶۳ء بالکل فیصلہ کن ہے کہ یہ شذرہ یقیناً مولانا ابوالکلام صاحب آزاد نے خود لکھا تھا۔

اخلاق کریمانہ کے مالک

مولانا ابوالنصر غلام یٰسین آہ برادر مولانا ابوالکلام آزاد

"مرزا صاحب کی صورت نہایت شاندار ہے جس کا اثر بہت قوی ہوتا ہے، آنکھوں میں خاص طرح کی چمک اور کیفیت ہے اور باتوں میں ملائمت ہے، طبیعت منکسر مگر حکومت خیز ہے۔ مزاج ٹھنڈا مگر دلوں کو گرما دینے والا، بردباری کی شان نے انکساری کی کیفیت میں اعتدال پیدا کر دیا ہے۔ گفتگو ہمیشہ اس نرمی سے کرتے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے گویا متبسم ہیں....."

(اخبار "وکیل" امرتسر ۱۹۰۵ء)

راستباز۔صادق

والی راولی می شناسد

حضرت خواجہ غلام فرید صاحب چاچڑاں شریف

"حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی حق پر ہیں اور اپنے دعویٰ میں راستباز اور صادق ہیں اور آٹھوں پہر اللہ تعالیٰ حق سبحانہ کی عبادت میں مستغرق رہتے ہیں اور (دین حق) کی ترقی اور دینی امور کی سربلندی کے لئے دل و جان سے کوشاں ہیں......."

(اشارات فریدی جلد ۳ صفحہ ۱۷۹ ترجمہ از فارسی)

Digitized By Khilafat Library Rabwah

(مکرم راجہ برہان احمد صاحب طالع)

ٹامس ایلوا Thomas Alva ایڈیسن کے نام سے مشہور ہے جو اس دور کے ایسے سائنس دانوں میں سے ہے جس نے سب سے زیادہ بنی نوع انسان کی روزمرہ کی ضرورتوں کے لئے کوئی نہ کوئی ایجادات کی ہیں۔ امریکہ کا موجد سائنس دان ہے۔ بجلی کے بلب ہوں ٹیلی فون ہوں کوئی بھی آلہ نہیں جو اس جدید دنیا کے کام آتا ہو جس کا آغاز ایڈیسن نے نہ کیا ہو۔ اللہ نے حیرت انگیز دماغ بخشا تھا، اور تعجب سے لوگ دیکھتے تھے۔ اس کے انٹرویو لینے کے لئے بڑی دور سے لوگ آتے تھے۔ تم ہو کیا بلا کس طرح تمہیں یہ باتیں سوجھتی ہیں۔ ایک دفعہ ایک اخباری نمائندے نے اس سے یہ سوال کیا۔ یہ کیا قصہ ہے۔ تم Genius کیسے ہو گئے؟ ایسے Genius یوں لگتا ہے جیسے مثال ہی کوئی نہیں؟ اس نے کہا Genius بننے کیلئے ایک ضرورت ہے جسے پورا کرنا پڑتا ہے۔ اس کا فقرہ جو مشہور ہے جو تاریخ میں ہمیشہ سنہری حرفوں سے لکھا جائے گا۔

Genius is one percent of inspiration and ninty-nie percent of perspiration.

Genius جو ہے اس کا ننانوے فیصد پسینہ ہوتا ہے۔ یعنی ننانوے پسینے بہاتا ہے پھر ایک گھڑی Inspiration کی نصیب ہوتی ہے۔

(سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ کے خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۵ جنوری ۱۹۹۹ء سے نقل کردہ اقتباس)

ایڈیسن

بلند پایہ انسان جنہوں نے دنیا میں کئی قسم کے انقلاب پیدا کرنا ہوتا ہے روز روز پیدا نہیں ہوتے۔ ایک لمبا عرصہ گزرتا ہے تب کہیں جا کر کوئی ایسا انسان وجود میں آتا ہے جو خود بھی عظمت کے معیار پر پورا اترتا ہے اور عوام الناس کے لئے بھی عظمت کا معیار قائم کرتا ہے۔ ایڈیسن ایک بلند پایہ موجد تھا اور اس کی ہر عادت اور فعل سے یہی ظاہر ہوتا تھا کہ سائنس نے اس کے ہر رگ و ریشہ میں گھر کر لیا ہے۔

تعارف

ایڈیسن کے نام سے موسوم اس عظیم موجد کا پورا نام ٹامس ایلوا ایڈیسن Thomas Alva Edison تھا۔ ایڈیسن 11 فروری 1847ء کو امریکہ کے شہر ملان Milan میں پیدا ہوا۔ یہ اپنے چار بہن بھائیوں میں سب سے چھوٹا تھا۔ اس کے والدین کی مالی حالت اچھی نہ تھی اور دوسری طرف یہ اسکول میں چند ماہ سے زیادہ نہ چل سکا اور نکال دیا گیا۔ گھر میں اس کی عجیب و غریب حرکات کی وجہ سے اکثر یہ سخت سزائیں ہی پاتا تھا۔

بچپن

طفولیت ہی سے اس کو تجربات کی مدد سے نتائج اخذ کرنے کا بہت شوق تھا۔ چنانچہ سات سال کی عمر میں اپنے اسی شوق کی بنا پر اس نے گھر کے ایک ذخیرے کو آگ لگا دی۔ گو کہ آگ پر

Digitized By Khilafat Library Rabwah

جلد قابو پا لیا گیا مگر نتیجہ حسب معمول سخت سزا دی گئی۔ بعد ازاں جب اس سے دریافت کیا گیا کہ تم نے یہ احمقانہ حرکت کیوں کی تو اس نے بڑی معصومیت سے جواب دیا کہ "میں تو یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ ذخیرے کو آگ لگانے سے کیا نتیجہ برآمد ہوتا ہے۔ اس کم عمری کی ایک اور عجیب حرکت اس نے یہ کی کہ اپنے ایک ہم عمر دوست کو سڈلز پاؤڈر کھلا دیا جس کی وجہ سے اس کی حالت خراب ہو گئی۔ بہرحال اس کی خوب خبر لی گئی اور بعد میں جب وجہ دریافت کی تو پھر اس حماقت کا سبب اس نے یہ بیان کیا کہ "میں تو یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ آیا ہلوڈر کی گیس انسانی پیٹ میں اس کثرت سے بن سکتی ہے کہ وہ ہوا میں اڑ سکے یا نہیں" اس کی کئی دلچسپ حرکتوں میں سے ایک اس حرکت کا کثرت سے ذکر ہے کہ جب اس نے بطخوں کو انڈوں سے بچے نکالتے دیکھا تو خود بھی اسی غرض سے انڈے جمع کر کے ان کے اوپر بیٹھ گیا۔ نتیجہ بچے تو نہ نکلے البتہ اس نے انڈوں کے پانی سے اپنی پتلون کو خوب خراب کر لیا۔

قابلیت و ذہانت

کوئی مسئلہ ایسا نہ تھا جس کو وہ ناقابل حل سمجھتا ہو۔ اس نے جس امر کی تحقیق کی اسے مکمل کر کے دکھایا۔ سو مرتبہ کی ناکامی کے بعد بھی اس نے ہمت نہ ہاری اور بالآخر اپنا مقصد حل کر کے دکھایا۔ محنت کا یہ عالم تھا کہ ہر روز کئی کئی گھنٹے مسلسل کام کرتا رہتا تھا۔ اس نے جو کچھ بھی کیا محض اپنے ذاتی شوق کی بنا پر کیا۔ ایڈیسن کی یادداشت بہت عمدہ تھی۔ جس چیز کو ایک مرتبہ بغور دیکھ لیتا تھا اس کے اجزاء کا کوئی حصہ فراموش نہ کرتا تھا۔ ایک دفعہ جب کہ وہ بجلی کے بلب کی ایجاد میں مصروف تھا اس نے ایک ماہر ریاضی دان سے بلب کا حجم نکالنے کی درخواست کی۔ کچھ عرصے کے بعد جب حجم کی بابت دریافت کیا تو ریاضی دان نے جواب دیا کہ فارمولوں کی مدد سے کوشش جاری ہے۔ اس پر ایڈیسن نے کہا کہ بلب میں پانی ڈال کر اس کا حجم نکالا جا سکتا ہے۔ اس ترکیب پر وہ ماہر بھی حیران ہو گیا اور اس کی عملی صلاحیتوں کا مزید قائل ہو گیا۔

ابتدائی زندگی

ایڈیسن کی گھریلو زندگی خوشگوار نہ تھی۔ ۱۲ سال کی کم عمری میں ہی اسے ریل کے ڈبے میں بسلسلہ اخبار فروشی ملازمت اختیار کرنا پڑی۔

۱۸۶۳ء سے ۱۸۶۸ء کے دوران اس نے ٹیلی گرافر کے طور پر ملازمت کی بعد ازاں اس نے ویسٹرن یونین ٹیلی گراف کمپنی میں بھی کام کیا۔ ایک لمبے عرصہ تک اس کو در در کے چکر لگانے پڑے بعد ازاں جب اس کی ایجادات کا دور شروع ہوا تو وہ اپنے اس گزرے ہوئے زمانہ کے بارے میں یہ کہتا تھا کہ "وہ اس کی زندگی کے سنہرے دن تھے جن سے اس نے بہت کچھ سیکھا۔" ایک اور جگہ اس نے ان دنوں کے بارے میں کہا کہ "The happiest time"

لیبارٹریاں

۱۸۷۶ء میں اس نے اپنی آخری ملازمت کو خیرباد کہا اور مین لو پارک نیو جرسی Menlo Park NJ چلا گیا جہاں اس نے اپنی باقاعدہ لیبارٹری بنائی اور سارا وقت ایجادات کے لئے وقف کر دیا۔ اس نے اپنی کمائی کا اکثر حصہ اپنی لیبارٹری پر خرچ کیا۔ اس نے اپنے دوستوں کو بتایا کہ اس کی لیبارٹری کا صرف ایک ہی مقصد ہو گا اور وہ ریسرچ یعنی یہ لیبارٹری ایجادات کی فیکٹری ہو گی۔ ۱۸۸۷ء میں اس نے اپنی اس لیبارٹری کو Park سے West Orange New Jersey منتقل کیا اور یہاں باقاعدہ ایڈیسن لیبارٹری کے نام سے پہلی لیبارٹری سے دس گنا زیادہ بڑی لیبارٹری قائم کی۔

پہلی جنگ عظیم میں اسی کی توجہ کے باعث کانگریس نے ۱۹۲۰ء میں پہلی نیول ریسرچ لیبارٹری قائم کی جو کہ فوجی ریسرچ

Digitized By Khilafat Library Rabwah

کا پہلا ادارہ تھا۔

ایجادات

اس کی ایجادات کی تعداد ایک ہزار سے زیادہ ہے اور یہ وہی ایجادات ہیں جو ہم عام روز مرہ کی زندگی میں استعمال میں لاتے ہیں۔ ان ایجادات میں برقی تار، ٹیلی فون کا ٹرانسمیٹر گراموفون، بجلی کا بلب، ایڈیسن سیل، متحرک تصاویر کا پروجیکٹر اور دنیا کی پہلی انڈسٹریل ریسرچ لیبارٹری شامل ہیں۔ اس کے علاوہ ۱۹۱۴ء کی جنگ میں جب جرمنی نے اتحادیوں کو کاربالک ایسڈ مہیا کرنے سے انکار کر دیا تو ایڈیسن نے کاربالک ایسڈ کو اپنے ہی ملک میں تیار کرنے کا طریقہ نکال لیا۔ جس کی وجہ سے اتحادیوں کی پریشانی بڑی حد تک دور ہو گئی۔

وفات

دنیا کا یہ عظیم موجد ۱۸ اکتوبر ۱۹۳۱ء میں اس وقت مرا جب وہ مصنوعی ربڑ کی تیاری میں مصروف تھا اور یوں بقول خود دنیا کی چھوٹی سی تجربہ گاہ کو خیرباد کہہ کر قدرت کی ایک نہایت وسیع اور اہم تجربہ گاہ میں داخل ہو گیا جہاں کے مسائل بہت دقیق، تجربات نہایت اہم اور نتائج نہایت معنی خیز ہیں۔ ایڈیسن اتنا بڑا سائنس دان اور موجد ہونے کے باوجود ہمیشہ اپنی ایجادات میں اسی اصول کو پیش نظر رکھتا تھا کہ جو تجربات بھی کئے جائیں وہ خلق خدا کی بہبود اور راحت کے ضامن ہوں۔ اس کا کہنا تھا کہ میری ایجادات عوام کو رلانے کیلئے نہیں بلکہ ہنسانے کیلئے ہیں۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں۔

"میں نے ایڈیسن کی ایک کتاب پڑھی ہے۔ وہ لکھتا ہے کوئی ایک بات بھی ایسی نہیں جو میں نے ایجاد کر کے نکالی ہو۔ ایک دم میرے دل میں آ کر ایک بات پڑتی اور میں اس کو عمل میں لے آتا۔ اس کو چونکہ ایسے علوم کا شوق تھا اس لئے اس قسم کی باتیں سکھائی گئیں۔"

مراجع و مصادر

۱۔ انوار العلوم جلد ۵ صفحہ ۶۰۶-۵۰۵ کتاب "ملائکۃ اللہ"

۲۔ (خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ ۱۵ جنوری ۱۹۹۹ء)

۳۔ انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا ایڈیشن ۱۵ جلد ۶ و جلد ۴

1973-1975 Vol-6

۳- Enc. Vol4 1978

۴۔ نصاب سائنس برائے متعلمین ایس۔ وی بار سوم ۱۹۶۰ء

۵۔ پنجاب ایڈوائزری بورڈ فار بکس محکمہ تعلیم۔ لاہور

"میں اس مولیٰ کریم کا اس وجہ سے بھی شکر کرتا ہوں کہ اس نے ایمانی جوش (دین حق) کی اشاعت میں مجھ کو اس قدر بخشا ہے کہ اگر اس راہ میں مجھے اپنی جان بھی فدا کرنی پڑے تو میرے پر یہ کام بفضلہ تعالیٰ کچھ بھاری نہیں اگرچہ میں اس دنیا کے لوگوں سے تمام امیدیں قطع کر چکا ہوں مگر خدا تعالیٰ پر میری امیدیں نہایت قوی ہیں۔ سو میں جانتا ہوں کہ اگرچہ میں اکیلا ہوں مگر پھر بھی میں اکیلا نہیں وہ مولیٰ کریم میرے ساتھ ہے اور کوئی اس سے بڑھ کر مجھ سے قریب تر نہیں۔ اس کے فضل سے مجھ کو یہ عاشقانہ روح ملی ہے کہ دکھ اٹھا کر بھی اس کے دین کے لئے خدمت بجا لاؤں......"

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۳۵)

Digitized By Khilafat Library Rabwah

گل داؤدی Chrysanthemum

(مکرم سید محمود احمد شاہ صاحب - انچارج گلشن احمد نرسری)

گل داؤدی انسان کی حسن شناسی اور اس کے احساس جمال کا قدیم ترین ثبوت ہے- اس پھول کا بوٹینکل Botanical نام کریسینتھیمم Chrysanthemum ہے جو لاطینی کے دو الفاظ کرائی سس Chrysos اور اینتھی مون Anthemon سے مرکب ہے- ان الفاظ کا مطلب ہے سنہرا اور پھول کے ہیں-

ابتدا میں اس پھول کا رنگ زرد تھا جس کی وجہ سائنسی زبان میں Chrysanthemum (طلائی مہر) کے نام سے موسوم ہوا- اس پھول کا عربی نام باسوم ہے اور ایران میں اس کو گل داؤدی کہتے ہیں- گل داؤدی کو 500 ق-م میں چین میں کنفیوشس نے چنا اور اسے باغ کی زینت بنایا- چینی اور جاپانی لوگوں نے سب سے پہلے اسے کاشت کیا- گل داؤدی مرکب پھولوں کے خاندان Compositae کی ایک منفرد جنس ہے - گل داؤدی کا جدید نام Dendrenthemum Grandiflora ہے-

زمین کی تیاری اور پودے لگانا

گل داؤدی کو نہایت زرخیز مٹی کی ضرورت ہوتی ہے جس میں بہت سا نامیاتی مادہ (دیسی کھاد مثلاً گوبر وغیرہ) ملایا گیا ہو- اگر ممکن ہو تو زمین کی تیاری دسمبر سے شروع کر دیں- اس کے لئے ایسی زمین چنیں جس کی اچھی طرح نکاسی ہو سکے کیونکہ گل داؤدی ایسی زمین میں نہیں اگتے جہاں پانی کھڑا رہے- کھلی جگہ اور روشن زمین ہو یعنی دھوپ والی ہو- تیز ہواؤں سے گل داؤدی کو بچانا بہت ضروری ہے- زمین کی تیاری کیلئے گلی سڑی گوبر کی کھاد لیں اور اسے اچھی طرح مٹی میں ملا دیں- پانی دینے کے بعد جب زمین پر وتر آئے تو اس کی (نلائی) گوڈی کریں اس طرح جڑی بوٹیاں تلف ہو جائیں گی- اگر بائیو کاشت میسر آسکے تو زمین کی تیاری میں بائیو کاشت ڈالیں- بائیو کاشت ڈالنے سے پودے کی صحت پر اچھا اثر پڑے گا اور نسبتاً کم بیماری کا شکار ہو گا-

جنوری اور فروری میں گل داؤدی کے نئے پودے لگا دیں- یاد رکھیں کہ پاکستان میں زیادہ تر گل داؤدی بیج کی بجائے Suckers یعنی جڑوں کے ذریعہ لگائے جاتے ہیں- دسمبر میں جب گل داؤدی کے پھول ختم ہو جائیں تو گملے میں اس کے Suckers نکال لیں- ہر گملے میں چھوٹے چھوٹے گل داؤدی کے پودے نظر آئیں گے انہیں احتیاط سے نکال لیں- باریک نوک والے کھرپے یا درانتی سے یہ پودے اس طرح نکالیں کہ اس کے ساتھ کچھ جڑیں بھی ہوں- ان چھوٹے پودوں کو زمین میں 2x2 فٹ کے فاصلہ پر لگا دیں اور باریک چھاننی والے فوارے سے پانی دیں- پودہ جب 4 انچ کا ہو جائے تو اسے ٹوک دیں- اس طرح پودے پر بہت سی شاخیں نکلیں گی اور یہ پودہ ایک منظم انداز میں بڑھے گا- دوران سال کم از کم 5 مرتبہ پودے کو ٹوک دینی ہے یعنی اس کو بڑھنے سے روکنا ہے-

اگر آپ کا مقصد بہترین پھول حاصل کرنا ہے اور آپ مناسب وقت نہیں دے سکتے تو اس کے لئے آپ گھر میں آبشاری داؤدی Cascade Chrysanthemum لگائیں- اسے صرف ایک دو دفعہ ٹوک دینی پڑے گی اور آخر میں صرف چھڑی کا سہارا دینا پڑے گا- آبشاری پودے گھنی جھاڑیوں کی شکل میں اگیں گے اور ان پر پھولوں کے بہت سے گچھے ہونگے-

گل داؤدی اگر زمین میں لگایا گیا ہے تو اسے جون کے آخر میں گملوں میں منتقل کر لیں اور اس بات کا خیال رکھیں کہ بارشیں

Digitized By Khilafat Library Rabwah

شروع ہونے سے پہلے گل داؤدی زمین سے نکال لیں ورنہ تمام پودے خراب ہو جائیں گے۔

گملے میں لگانا

اگر آپ گملوں میں گل داؤدی تیار کرنا چاہتے ہیں تو Suckers یعنی جڑوں کو جنوری میں 4 انچ کے گملے میں لگا دیں اور مارچ میں یہ پودا 7 انچ گملے میں منتقل کر دیں۔ گملے میں عمدہ تیار شدہ مٹی ڈالیں جس میں پتوں کی کھاد گوبر کی پرانی کھاد اور دریا کی مٹی یعنی بھل شامل ہوں۔

جون یا جولائی میں یہ پودے 12 انچ یا 14 انچ گملے میں لگا دیں اور پھر پھول آنے تک گل داؤدی 14 انچ گملے میں رہنے دیں۔

ان کے علاوہ 50 سے زائد رنگوں پر مشتمل گل داؤدی موجود ہیں۔ گل داؤدی کے ماہرین نے ہر رنگ کے اعتبار سے گل داؤدی کو الگ نام دیا ہے مثلاً اکہری اقسام کے پیلے پھول جن کے گرد پتوں کی صرف ایک لائن ہوتی ہے اور پتیاں چوڑی ہوتی ہیں۔ یہ پھول درمیان سے پن کشن Pin Cusion کی طرح ابھرا ہوتا ہے۔ اس قسم کے پیلے رنگ کے گل داؤدی کو ماہرین نے Connic Vink کا نام دیا ہے۔

بیماریوں سے بچاؤ

کیاریوں سے عموماً ٹمک (Temic) کا چھڑکاؤ کر کے بیماریوں کا تدارک کریں۔ پتوں اور شاخوں پر بیماری کے آثار ظاہر ہونے لگیں اور کیڑوں کا حملہ ہو تو اس صورت میں بیٹا سٹاکس اور پھپھوندی کیلئے Benlate کا سپرے کریں۔ نومبر میں جب ڈوڈیاں بن رہی ہوں تو سیٹا سٹاکس کا سپرے کر دیں کیونکہ پھول آنے کے بعد سپرے نہیں ہو سکے گا۔

چند عمومی ہدایات

گل داؤدی کیلئے پتوں کی کھاد بہت ضروری ہے۔ پتوں میں ٹاہلی اور آم کے پتوں کی کھاد بنا لیں تو یہ کھاد پودوں پر بہت ہی اچھا اثر ڈالے گی۔ اگر آپ ایک پھول والے نمائشی پودے بنانا چاہتے ہیں تو شروع سے ڈبل اقسام کے گل داؤدی کی تمام ٹہنیاں کاٹ دیں اور صرف ایک ہی شاخ رہنے دیں۔ اکتوبر اور نومبر میں جب پھول آنے لگیں تو اس شاخ پر صرف ایک ڈوڈی رہنے دیں اور باقی تمام ڈوڈیاں ہاتھ سے توڑ دیں۔ اس طرح ایک شاخ پر ایک خوبصورت پھول لگے گا جو نمائش کے قابل ہو گا۔

پاکستان میں گل داؤدی کی نمائش

ہر سال دسمبر میں پاکستان کے مختلف شہروں میں گل داؤدی کی نمائشیں لگائی جاتی ہیں جس میں انعامات بھی دیئے جاتے ہیں۔ سب سے بڑی نمائش اسلام آباد میں لگائی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ لاہور اور فیصل آباد میں بھی نمائش لگائی جاتی ہے۔

1998ء میں گلشن احمد نرسری کے زیر اہتمام بھی گل داؤدی کی نمائش لگائی گئی۔ اگلے سالوں میں بھی یہ نمائش لگائی جائے گی۔ انشاء اللہ

اس نمائش میں تمام احباب اپنے تیار کئے ہوئے گل داؤدی رکھوا سکتے ہیں۔ اول، دوم آنے والے احباب کو انعامات بھی دیئے جائیں گے۔

اگر آپ گل داؤدی کے بارے میں تفصیلی معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ایک کتابچہ گل داؤدی کے نام سے گلشن احمد نرسری نے شائع کیا ہے۔ اس کتابچہ سے آپ کو مطلوبہ معلومات مل سکتی ہیں۔

میں اور احمدی جماعت

"میں ایک بار پھر نہایت صداقت کے ساتھ یہ ظاہر کر دینا چاہتا ہوں کہ میں تو ان کی عملی زندگی کا یقیناً مداح ہوں۔ اور اگر میں بانی احمدیت کی تعریف کرتا ہوں تو اس لئے کہ وہ مسلمانوں کو صحیح راستہ پر کھینچ لائے جس کی نظیر [illegible] کی کسی دوسری جماعت میں نہیں ملتی۔"
(نیاز فتح پوری)

Digitized By Khilafat Library Rabwah

بقیہ از صفحہ 38

ہے تو پھر اس سے بدیاں کیوں سرزد ہوتی ہیں۔ (صفحہ ۸۰ حاشیہ)

○ خدا تعالیٰ کو فرشتوں سے کام لینے کی کیا حاجت ہے۔ (صفحہ ۸۵ حاشیہ)

○ جبرئیل کے نزول میں توقف کی حقیقت۔ (صفحہ ۸۸ حاشیہ)

○ قرآن مجید میں غیر اللہ کی قسمیں اور اسکی فلاسفی۔ (صفحہ ۹۴)

○ شہب کا گرنا اور اس کی حکمت۔ (صفحہ ۱۰۷)

○ فرشتوں کا واسطہ کیوں ضروری ہے۔ (صفحہ ۱۴۹)

○ آسمان کے لپٹنے کی حقیقت۔ (صفحہ ۱۴۹ حاشیہ در حاشیہ)

○ خدا تعالیٰ نے آسمانوں کو سات میں کیوں محدود کیا۔ (صفحہ ۱۵۵ حاشیہ در حاشیہ)

○ چھ دن میں زمین و آسمان کی تخلیق اور اس میں حکمت۔ (صفحہ ۱۶۰ حاشیہ در حاشیہ)

○ رؤیا و کشوف حضرت مسیح موعود علیہ السلام (صفحہ ۲۱۵ حاشیہ)

○ سرسید احمد خان پر ایک ضروری حجت۔ (وحی و الہام کے بارے میں نظریات کی تردید (صفحہ ۲۲۶ حاشیہ)

اردو منظوم کلام

صفحہ ۲۲۴ تا ۲۲۶۔ ۳۲ اشعار پر نظم ہے جس میں اسلام اور بانی اسلام ﷺ کے محامد اور ثمرات کا ذکر ہے۔

ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے
کوئی دیں، دین محمد سا نہ پایا ہم نے
کوئی مذہب نہیں ایسا کہ نشان دکھلاوے
یہ ثمر باغ محمد سے ہی کھایا ہم نے
مصطفیٰ پر تیرا بے حد ہو سلام اور رحمت
اس سے یہ نور لیا بار خدایا ہم نے

(یہ تعارف ابتدائی ۲۷۸ صفحات کا ہے۔ (باقی آئندہ)

بقیہ از صفحہ 40

۱۸- ضلع لاڑکانہ قیادت ضلع اور مجلس گورگیج کی طرف سے تقریباً =/5000 روپے کی اشیائے خوردونوش اور نقدی غربا میں تقسیم کی گئی۔

۱۹- ضلع خیرپور کرونڈی اور جمال پور کی مجالس کی طرف سے مجموعی طور پر تقریباً =/4500 روپے کی اشیائے خوردونوش اور تحائف تقسیم کئے گئے۔

۲۰- ضلع ناروال =/6700 روپے کی مالی مدد کی۔ 97 گھروں میں اشیائے خوردونوش کی تقسیم کے علاوہ مریضوں میں پھل تقسیم کئے گئے۔

۲۱- ضلع میرپور خاص میرپور خاص شہر کی طرف سے =/1300 روپے کے گفٹ پیکس اور مٹھائی تقسیم کی گئی۔

۲۲- ضلع گوجرانوالہ سول لائن اور چک پٹھان کی طرف سے تقریباً =/4500 روپے کی اشیاء خوردونوش کپڑے اور مٹھائی تقسیم کی گئی۔

۲۳- ضلع کوئٹہ ضلع کی طرف سے =/10,000 روپے کی اشیائے خوردونوش اور مٹھائی تقسیم کی گئی۔

۲۴- ضلع میرپور آزاد کشمیر =/6600 روپے نقد تقسیم کئے گئے۔

۲۵- ضلع سانگھڑ مختلف مجالس کی طرف سے اشیائے خوردونوش کے گفٹ پیکس تقسیم کئے گئے۔

دو مجالس جنہوں نے اپنے نام تحریر نہیں کئے میں سے ایک کی طرف سے =/2000 روپے کے گفٹ پیکس اور دوسری کی طرف سے =/700 روپے کی مالی امداد کی گئی۔

Digitized By Khilafat Library Rabwah

بسلسلہ سیرت صحابہؓ (۳)

ذوالنورینؓ

(تحریر:۔ مکرم فرید احمد صاحب نوید)

آپ نے باوجود سیاسی اختلافات اور قبیلوں کے فرق کے اسلام قبول کیا اور بڑی محبت کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانثاروں میں شامل ہو گئے۔ خاندان نے آپ کی مخالفت کی اور تعلق توڑ لیا۔ عزیز رشتہ دار آپ سے ناراض ہو گئے لیکن آپ نے اسلام کے مقابل پر آنے والی ہر محبت کو بھلا دیا اور اپنے آقا کے قدموں کے ساتھ وابستہ ہو گئے۔ آقا نے بھی اس وفادار خادم کو بڑی محبت کے ساتھ قبول کیا اور یکے بعد دیگرے آپؐ کی دو صاحبزادیاں حضرت عثمانؓ کے عقد میں آئیں۔ مشکلات اور مصائب زیادہ بڑھے تو خود رسول اکرمؐ نے آپ کو اپنے اہل و عیال کے ساتھ ہجرت کا ارشاد فرمایا۔ اور آپ مکہ سے ہجرت کر گئے۔ آپ کا یہ سفر حضورؐ کے حکم سے تھا ورنہ آپ مصائب سے گھبرانے والے نہ تھے۔ چنانچہ جب اس سے بھی زیادہ مشکل حالات آپ کے دور خلافت میں پیدا ہوئے اور باغیوں نے پریشانیوں کی انتہا کر دی تو باوجود مشورہ ملنے کے آپ نے صاف انکار کر دیا کہ میں اپنے آقا کی بستی چھوڑ کر نہ جاؤں گا۔

تاریخ اسلام کا ایک درخشاں باب جو غم و اندوہ کے حاشیوں سے مرصع ہے۔

پہلا قدم یہ ایک معمول کی ملاقات تھی جو دو پرانے دوستوں کے درمیان ہو رہی تھی۔ لیکن نتائج کے اعتبار سے یہ ملاقات تاریخ اسلام کا ایک سنگ میل بننے والی تھی۔ خود عثمان بھی یہ نہیں جانتے تھے کہ آج کی یہ ملاقات ان کی زندگی کا رخ ہی پلٹ دے گی۔ وہ تو اپنے پرانے دوست ابوبکرؓ سے ملنے اتفاقاً ان کے گھر کی طرف آ نکلے تھے اور بے تکلفانہ ماحول میں حضرت ابوبکر صدیقؓ سے گفتگو کا سلسلہ جاری تھا۔ اچانک باتوں نے رخ پلٹا اور موضوع بحث حضرت ابوبکرؓ کا قبول اسلام بن گیا۔ عثمان بڑی حیرت سے اپنے دوست کی گفتگو سن رہے تھے جو بڑی محبت کے ساتھ اسلام اور بانی اسلام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کر رہے تھے۔ اپنے اسلام قبول کرنے کا واقعہ بتا رہے تھے۔ اس کی اعلیٰ تعلیم اور سچائی کا حوالہ دے رہے تھے غرض اسلام کی خوبیوں اور محاسن کی ایک طویل فہرست تھی جو عثمان کو حیران کئے دے رہی تھی۔ یہ اسلام کے ابتدائی ایام تھے اور عثمان نے اب تک اس بارے میں جو بھی سنا تھا وہ مخالفانہ بیان تھے۔ ان کے گھر اور ان کے خاندان میں تو محمدؐ کی مخالفت اس لئے بھی زیادہ تھی کہ وہ ان کے حریف قبیلے یعنی بنو ہاشم سے تعلق رکھتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ عثمان نے بھی کبھی اسلام کے پیغام کو کوئی اہمیت نہ دی تھی۔ لیکن آج دوست کی زبانی اسلام کی خوبیوں کا تذکرہ سن کر آپ یہ محسوس کرنے لگے تھے کہ واقعی ابوبکرؓ سچ کہہ رہے ہیں۔ اثبات میں ہلتا ہوا ان کا سر صاف بتا رہا تھا کہ وہ ابوبکرؓ کی بات سے متفق ہیں اور مسلمان ہونے کیلئے تیار ہیں۔ خود ابوبکرؓ کیلئے بھی جو تبلیغ دین کے

Digitized By Khilafat Library Rabwah

نشے میں سرشار ہر ایک بھٹکے ہوئے انسان کو خدا تعالیٰ اور اس کے دین کی طرف بلانا چاہتے تھے یہ بڑی خوشی کی بات تھی کہ ان کا پیارا رفیق خدا کے پیغام پر لبیک کہنے کو تیار ہو گیا ہے۔ وہ چاہتے تھے کہ فوراً عثمانؓ کو رسول اللہ کے پاس لے جائیں اور اسلام قبول کرنے کی طرف ان کی آمادگی کا ذکر کریں۔ لیکن ابھی یہ پروگرام بن ہی رہا تھا کہ خود رسول اکرمؐ حضرت ابوبکرؓ کے گھر تشریف لے آئے اور عثمانؓ کو ابوبکرؓ کے ساتھ دیکھ کر ان سے فرمایا۔

"اے عثمان! خدا کی جنت کو قبول کرو۔ میں تمہاری اور تمام مخلوق کی ہدایت کیلئے مبعوث کیا گیا ہوں"۔

یہ بظاہر سادے سے جملے تھے لیکن عثمان کی زندگی بدل گئے۔ وہ جو پہلے ہی ابوبکر کی زبانی اسلام کی خوبیاں اور محاسن سن کر آمادہ بیعت تھے رسول اللہ کی زبان مبارک سے یہ بات سن کر بے اختیار ہو گئے اور آگے بڑھ کر حضور کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے کر کلمہ شہادت پڑھ لیا اور مسلمان ہو گئے یوں زندگی کا ایک نیا دور شروع ہوا۔

(الاصابہ جلد ۸)

قبول اسلام پر خاندان کی مخالفت:۔

حضرت عثمان کوئی عام آدمی نہ تھے بلکہ مکہ کے معروف اموی خاندان کے ایک معروف گھرانے کے چشم و چراغ تھے۔ آپ کے والد عفان قریش کے رئیسوں میں سے ایک تھے۔ مال و دولت اور جاہ و حشمت کے اعتبار سے آپ کا خاندان مکہ کے عظیم خاندانوں میں شمار ہوتا تھا۔ یہ اموی خاندان جسے ان کے جد اعلیٰ امیہ بن عبد شمس کی نسبت سے اموی کہا جاتا ہے حضورؐ کے خاندان سے ایک طرح کی رقابت بھی رکھتا تھا۔ کیونکہ بنو ہاشم بھی عظمت و عزت میں ان سے کچھ کم نہ تھے۔ رسول اکرمؐ کے دعویٰ نبوت کے بعد اموی خاندان کے افراد بہت زوروں کے ساتھ آپ کی مخالفت کرنے لگے کیونکہ وہ اس حقیقت سے باخبر تھے کہ اگر محمدؐ نے مکہ اور عرب میں نفوذ حاصل کر لیا تو اس کے نتیجے میں بنو ہاشم ان کے خاندان سے آگے بڑھ جائیں گے۔ یوں اسلام کی مخالفت کچھ تو عقائد کی بناء پر تھی اور کچھ حسد اور رقابت نے بھی جلتی پر تیل کا کام کیا تھا۔ یوں امویوں کی طرف سے آپ کی شدید مخالفت کی جاتی رہی۔ ایسے وقت میں حضرت عثمانؓ کا قبول اسلام کوئی معمولی واقعہ نہ تھا۔ یہ ایک ایسی خبر تھی جس نے اموی خاندان کو لرزا کر رکھ دیا۔ آپ کے اہل خانہ کی طرف سے آپ پر بے انتہا دباؤ ڈالا گیا کہ آپ اس دین کو چھوڑ دیں لیکن حضرت عثمانؓ نے جس محبت کے ساتھ دین اسلام قبول کیا تھا اور جس چاہت کے ساتھ اپنا ہاتھ رسول اللہ کے ہاتھ میں دیا تھا وہ ایسی معمولی نہ تھی کہ خاندان کے دھمکانے اور ڈرانے سے ختم ہو جاتی۔ آپ تو خاندانی سیاستوں سے بے پرواہ ہو کر اس میدان میں کودے تھے پھر کیسے باز آ جاتے۔ آپ کے عزیز و اقارب نے طرح طرح سے اذیتیں دینے کا سلسلہ شروع کر دیا۔ اور ایک موقعہ پر تو آپ کے چچا نے حد ہی کر دی۔ 34 سالہ جوان بھتیجے کو اس نے رسیوں سے باندھ لیا اور مارنا شروع کر دیا۔ آپ مار کھاتے رہے اور آپ کے عہد وفا میں پختگی آتی چلی گئی۔ وقت کی آنکھ عجیب نظارہ دیکھ رہی تھی کہ خوبصورت اور وجیہہ عثمان جو بچپن سے ہی ناز و نعم میں پلا تھا۔ جس کی خوش لباسی مشہور تھی جو اتنا بڑا تاجر تھا کہ عرب کے دولتمند لوگوں میں شمار ہوتا تھا جو اپنی فیاضی کے سبب غنی مشہور تھا آج بے کسی کے ساتھ اپنے چچا کے ظلم کو برداشت کر رہا تھا۔ چچا نے تھک کر ہاتھ روک لیا لیکن عثمان نے جن راہوں پر قدم رکھا تھا اس میں تھکاوٹ یا پژمردگی کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا۔

رسول اللہ سے رشتہ داری:۔

رسول اللہ ﷺ بھی آپ کی نجابت اور صبر کے اعلیٰ نمونوں سے بہت خوش تھے۔ آپ کی نیک صفات ایسی ہی تھیں کہ ہر ایک دیکھنے اور ملنے والا ان سے ضرور متاثر ہوتا تھا۔ جب آپ کے خاندان نے آپ سے منہ پھیر لیا اور تعلقات منقطع کر لئے تو رسول اکرم نے بڑی محبت کے ساتھ آپ کو اپنی بانہوں

Digitized By Khilafat Library Rabwah

میں لے لیا۔ اور اپنی صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح آپ کے ساتھ کر دیا۔ یہ کتنی عظیم سعادت تھی کہ وہ عثمان جو خدا تعالیٰ کی خاطر اپنے خاندان کو چھوڑ کر تنہا رہ گیا تھا۔ آج اس کی قربانی کو قبول کرتے ہوئے اللہ نے اسے رسول اکرم ﷺ کے خاندان میں شامل کر دیا تھا۔ یہ ایسی خوش بختی تھی کہ جس نے آپ کی دنیا ہی بدل دی تھی۔ آقا اور غلام کا تعلق اب رشتہ داری میں بدل چکا تھا اور یقیناً آپ اس سعادت کے اہل بھی تھے۔ ابھی اسلام کا بہت ابتدائی دور تھا محض تیس چالیس افراد مسلمان ہوئے تھے جن میں سے کافی تعداد کمزور صحابہ یا غلاموں کی تھی۔ یہ بات کفار مکہ کے حوصلوں کو بلند کرنے کیلئے بہت کافی تھی۔ وہ جانتے تھے کہ مسلمان بہت کمزور ہیں جب چاہو جسے چاہو پکڑ لو اور مشق ستم بنالو۔ انہیں تو گویا ظلم کرنے کا ایک بہانہ مل گیا تھا جسے معاشرے میں ہر طرح کا تحفظ حاصل تھا۔ کوئی آواز مظلوم مسلمان کی ہمدردی میں نہ اٹھتی تھی یوں مظالم کی یہ آگ روز بروز بھڑکتی چلی جارہی تھی۔ حضرت عثمانؓ نے اس ابتدائی وقت میں اسلام قبول کر کے اہل خاندان اور دیگر کافروں کو حیران و ششدر کر دیا اور وہ آپ پر ظلم توڑنے لگے۔ آپ نے بہت صبر اور وفا کے ساتھ اس سلسلے کو پانچ سال تک برداشت کیا۔ جسکے بعد وہ وقت آگیا جب اللہ تعالیٰ نے کمزور مسلمانوں کی حالت پر نظر کر کے انہیں ہجرت کی اجازت مرحمت فرما دی۔

پہلا مہاجر:۔ رسول اکرمؐ حضرت عثمانؓ کے دردناک حالات سے واقف تھے اس لئے آپ نے انہیں اپنے اہل و عیال کے ساتھ ہجرت کر جانے کی ہدایت اور اجازت عطا فرمائی۔ یوں حضرت عثمانؓ اپنی اہلیہ حضرت رقیہؓ کو ساتھ لے کر مکہ سے حبشہ جانے کیلئے نکل کھڑے ہوئے۔ (طبقات ابن سعد قسم اول جزو ثالث) مکہ جو ان کی آبائی بستی تھی۔ مکہ جہاں ان کا پیارا رسول اور آقا رہتا تھا ایک خواب بننے جارہا تھا اور یہ دکھ بہت گراں تھا۔ اپنے سینوں پر غم کے پہاڑ اٹھائے یہ دونوں بزرگ افراد یہ مقدس میاں اور بیوی آج خدا کی راہ میں گھر سے بے گھر کر دیئے گئے تھے۔ اور خود رسول اللہ ﷺ کے الفاظ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ دونوں اس امت کے پہلے مہاجر میاں بیوی تھے کیونکہ حضورؐ نے ایک موقعہ پر فرمایا تھا کہ

"عثمان میری امت میں پہلا شخص ہے جو اپنے اہل و عیال کے ساتھ مہاجر ہوا ہے۔"

(الاصابہ جلد ۸ زیر تذکرہ رقیہ)

خدا تعالیٰ کی راہ میں اول مہاجر ہونے کا اعزاز پا کر یہ جوڑا لمحہ بہ لمحہ مکہ سے دور ہوتا چلا جارہا تھا۔ آپ دونوں کا ہجرت میں اول ہونا زمانے کے اعتبار سے بھی ہو سکتا ہے لیکن زیادہ عظیم معنی قدر و منزلت کے بھی ہو سکتے ہیں۔ بہرحال............ وقت گزرتا گیا اور چند سال بڑے امن اور سکون کے ساتھ حبشہ میں کٹ گئے ابھی شاید یہ جلاوطنی اور بھی طول پکڑ جاتی کہ ایک روز مکہ سے خبر پہنچی کہ مکہ کے بڑے بڑے سرداروں نے اسلام قبول کر لیا ہے اور یوں اب واپس مکہ جانا ممکن ہے۔ یہ خبر محض ایک غلط فہمی پر مبنی تھی یا جان بوجھ کر مسلمان مہاجروں کو واپس بلانے کے لئے پھیلائی گئی تھی اس بارے میں فیصلہ کرنا کچھ مشکل ہے تاہم وقتی طور پر یہ خبر مہاجرین میں زندگی کی ایک نئی روح پھونک گئی۔ وہ جو اپنے ملک کو چھوڑ کر جلاوطنی کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ اب واپس جانے کیلئے بے تاب تھے۔ حضرت عثمانؓ اور صاحبزادی رقیہ رضی اللہ عنہا بھی انہی مہاجرین میں شامل تھے۔ سفر شروع ہوا اور مکہ کی جانب قافلہ رواں دواں ہو گیا۔ دلوں میں ایک عجیب طرح کی امنگ تھی کہ وہ مکہ جو اسلام کا دشمن تھا جہاں محض اس جرم میں کہ خدا تعالیٰ کا ذکر کیوں کرتے ہو ہر طرح کا ظلم اور سفاکی روا رکھی جاتی تھی۔ آج اسلام قبول کر چکا ہے بڑے سرداروں کے مسلمان ہونے کا مطلب یہ تھا کہ اب مکہ میں مسلمان آزادی اور سکون کے ساتھ رہ سکیں گے اور کوئی انہیں تکلیف نہیں پہنچائے گا۔ غرضیکہ خوبصورت خوابوں اور خیالوں کے تانے بانے بنتے ہوئے یہ مہاجر بڑی آس اور امید کے ساتھ

Digitized By Khilafat Library Rabwah

مکہ پہنچے تو معلوم ہوا کہ یہ خبر سچ نہیں اور مکہ میں ظلم و تعدی کا بازار پہلے سے بھی زیادہ گرم ہے۔ مسلمان دکھوں میں گھرے ہوئے تھے اور ہر طرف سفاک کا فر لحہ لحہ ان دکھوں میں اضافہ کر رہے تھے۔ یہ صورت حال بہت تکلیف کا موجب تھی۔ خصوصاً ان مہاجروں کیلئے جو خوبصورت مستقبل کے خواب لیکر واپس لوٹے تھے۔ وہ یہ یقین رکھتے تھے کہ مشکلات کی یہ تاریک رات بالاخر ضرور چھٹ جائے گی لیکن کب؟ یہ ابھی معلوم نہ تھا۔ بعض مہاجر مسلمان تو یہ حالت دیکھ کر واپس حبشہ کی طرف روانہ ہو گئے لیکن پر عزم اور پر یقین عثمانؓ نے اس فیصلے کو خدا تعالیٰ کی مشیئت سمجھ کر قبول کر لیا اور واپس حبشہ جانے کا ارادہ ترک کر دیا۔

مدینہ کی طرف ہجرت:۔ مکہ کے حالات دن بدن خراب ہوتے چلے جا رہے تھے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے اذن سے صحابہ مدینہ کی طرف ہجرت کرنے لگے تھے۔ یہ ایک نیا باب تھا جو خدا تعالیٰ نے ان بے کس مسلمانوں کی مدد اور نصرت کیلئے کھولا تھا۔ مدینہ کے مسلمان اپنے مہاجر بھائیوں کیلئے محبت کے ساتھ بانہیں پھیلائے ان کا استقبال کر رہے تھے۔ حضرت عثمان بھی رسول اللہ کی اجازت سے مدینہ کی طرف ہجرت کر گئے۔ صاحبزادی رقیہ بھی اس ہجرت میں آپ کے ساتھ تھیں خدا کی راہ میں اس مقدس جوڑے کی یہ دوسری ہجرت تھی جو مدینہ کی جانب تھی۔ اوسؓ بن ثابت نے مدینہ پہنچنے پر آپ کا استقبال کیا اور بڑی محبت سے آپ کو اپنے گھر لے گئے۔ بعد ازاں جب حضور اکرمؐ نے مدینہ آکر انصار اور مہاجرین کے درمیان مواخات پیدا کی تو حضرت عثمانؓ کو اوس بن ثابت کا بھائی بنایا اور پھر یہ مواخات اور بھائی چارہ مرتے دم تک قائم رہا۔ یہ محبت ایسی تھی کہ حقیقی رشتوں میں بھی اس کی مثال ڈھونڈنا مشکل ہے۔
(طبقات ابن سعد قسم اول جزو ۳ صفحہ ۳۸)

بئر رومہ:۔ ایک بہت ہی پر درد اور تکلیف دہ دور ختم ہو چکا تھا۔ صحابہ کی بھاری تعداد اور خود رسول اکرم ﷺ مدینہ تشریف لا چکے تھے۔ ایک نئی صبح طلوع ہو چکی تھی جس میں آنے والے عمدہ اور تابناک مستقبل کی جھلک صاف دیکھی جا سکتی تھی۔ لیکن ابھی اس پہلی جھلک سے منزل مقصود تک کا سفر طے کرنا باقی تھا جو اگرچہ بہت طویل تو نہیں تھا لیکن وقت طلب ضرور تھا۔ حضرت عثمانؓ ایک سچے دوست اور جانثار خادم کی طرح ہر آن اس سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ بلکہ اسلام اور حضورؐ کی محبت کی وجہ سے ہر مسلمان کے ساتھ آپ کو محبت اور ہمدردی کا تعلق تھا۔ آپ کی زندگی کا اولین مقصد اپنے کمزور بھائیوں کے کام آنا اور ان کی سہولت کیلئے کوشاں رہنا تھا۔ مدینہ میں آنے کے بعد مسلمانوں کو پینے کے پانی کی تنگی کا سامنا کرنا پڑا۔ بستی میں صرف ایک کنواں تھا جس کا پانی پینے کے قابل تھا بئر رومہ نامی یہ کنواں ایک یہودی شخص کی ملکیت تھا جو اس کنویں کا پانی فروخت کرتا تھا۔ پیسے ادا کر کے پانی حاصل کرنا ایک ایسی مشکل تھی جس نے مہاجر مسلمانوں کو پریشان کر رکھا تھا۔ حضرت عثمانؓ نے اس تکلیف کو دیکھ کر یہ ارادہ کیا کہ کیوں نہ یہ کنواں یہودی سے خرید کر مسلمانوں کیلئے وقف کر دیا جائے۔ چنانچہ آپ نے اس کے لئے کوشش شروع کر دی۔ جب یہودی سے اس بارے میں بات کی گئی تو اس نے اول اول تو کنواں بیچنے سے صاف انکار کر دیا لیکن بعد ازاں آپ کے مسلسل اصرار اور کوشش کے نتیجے میں وہ اس بات پر راضی ہو گیا کہ ٹھیک ہے میں اس کنویں کا نصف حق آپ کو فروخت کر دیتا ہوں۔ اس طرح ایک روز آپ کنویں سے پانی لیں گے اور ایک روز میں۔ حضرت عثمانؓ نے فی الوقت اسی پیشکش کو غنیمت سمجھا اور بارہ ہزار درہم کے عوض نصف کنواں خرید لیا۔ یوں اب ایک دن آپ کی باری تھی اور ایک دن اس یہودی کی۔ آپ نے اپنے دن کو مسلمانوں کیلئے وقف کر دیا اور مدینہ کے مسلمان بافراغت پانی حاصل کرنے لگے۔ یہ ایک دن کی سہولت بھی بہت بڑی سہولت تھی۔ مسلمان اپنی باری کے روز

Digitized By Khilafat Library Rabwah

کثرت سے پانی لیکر جمع کر لیتے اور یوں ان کا یہ پانی دو دن کام میں آ جاتا۔ اس بناء پر اب کسی مسلمان کو یہودی کی باری کے دن پانی خریدنے کی ضرورت نہ پڑتی۔ یہ بات یہودی مالک کو جلد ہی معلوم ہو گئی کہ اب اس کنویں سے اسے کوئی نفع نہیں ہو سکتا چنانچہ اس نے حضرت عثمانؓ سے بات کر کے اس بات کا اظہار کیا کہ بقیہ حق بھی میں فروخت کرنا چاہتا ہوں۔ آپ نے آٹھ ہزار درہم میں یہودی سے بقیہ حق ملکیت بھی حاصل کر لیا اور ہر ایک گھر میں آپ کا فیض پینے کے پانی کی صورت میں پہنچنے لگا۔ یہ مسلمانوں کی بہت بڑی خدمت تھی جو آپ کے ہاتھوں سے انجام پائی۔

غزوہ بدر اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات:۔

ہجرت کا دوسرا سال تھا کہ آپ کی اہلیہ صاحبزادی رقیہؓ علیل ہو گئیں۔ آپ کی یہ علالت طول پکڑتی جا رہی تھی جو آپ کے لئے بھی اور محبت کرنے والے والد حضرت رسول اکرمؐ کیلئے بھی پریشانی کا موجب تھی۔ حضرت عثمانؓ پوری محنت اور جانفشانی کے ساتھ اپنی اہلیہ کی خدمت کیلئے کوشاں رہتے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے ایک بیٹا عبد اللہ عطا کیا تھا جو نو عمری میں ہی وفات پا گیا تھا۔ یوں اب اس وقت ان کی کوئی اولاد نہیں تھی۔ یہ پریشانی ابھی جاری ہی تھی کہ غزوہ بدر کا موقعہ آ گیا۔ حضرت عثمانؓ دل سے اس غزوے میں شمولیت کی تڑپ رکھتے تھے لیکن حضور اکرمؐ نے حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی علالت کے پیش نظر آپ کو مدینہ میں ہی ٹھہرنے کا ارشاد فرمایا تا کہ آپ ان کی تیمارداری اور خدمت کر سکیں۔ نیز فرمایا کہ اس کے نتیجے میں تم غزوے میں شرکت کے اجر اور مال غنیمت دونوں میں شامل ہو گے کیونکہ تمہاری یہ غیر حاضری کسی کمزوری کی وجہ سے نہیں بلکہ حکم رسول کی وجہ سے ہے۔ اور اس اعتبار سے آپ گھر میں رہتے ہوئے بھی فی سبیل اللہ مجاہد تھے۔ (بخاری کتاب المناقب باب مناقب عثمان)

کفار مکہ کے ساتھ معرکہ چل رہا تھا کہ انہی دنوں میں مدینہ میں حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا وفات پا گئیں اور رسول اکرمؐ کی غیر موجودگی میں ہی اپنے خالق حقیقی سے جا ملیں۔ جس وقت مسلمان سپاہی فتح کی خوشی کے ساتھ خدا تعالیٰ کی حمد و ثناء کرتے ہوئے واپس مدینہ پہنچے تو یہ دکھ بھری خبر استقبال کیلئے موجود تھی کہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا انتقال کر گئی ہیں۔ یہ واقعہ دیگر مسلمانوں کے لئے بھی دکھ کا باعث تھا لیکن حضرت عثمانؓ کی تو دنیا ہی اندھیر ہو گئی تھی۔ اپنی محبوب بیوی سے جدائی سے بھی بڑھ کر آپ کو رسول اکرمؐ کے ساتھ رشتہ داری منقطع ہو جانے کا افسوس تھا۔ آپ کا دل اس بات پر کٹا جاتا تھا کہ وہ جو کل تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد ہونے کا شرف اور عزت رکھتے تھے آج یہ تعلق ٹوٹ گیا ہے۔

یہ وہ موقعہ تھا جب حضور نے خود بڑی محبت سے اپنے اس غلام کو حوصلہ دیا ان کی ڈھارس بندھوائی اور خاندان رسول سے کٹ جانے کا دکھ اس طرح دور کیا کہ اپنی دوسری صاحبزادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح آپ کے ساتھ کر دیا۔ یہ آقا کا اپنے اس غلام کے ساتھ محبت اور پیار کا اظہار تھا جس نے ایک مرتبہ پھر آپ کو نئی زندگی دے دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یکے بعد دیگرے دو صاحبزادیاں آپ کے عقد میں آئیں اور اسی بناء پر آپ کو "ذوالنورین" یعنی دو نوروں والا بھی کہا جاتا ہے۔

حدیبیہ کی سفارت:۔

غزوہ بدر کے علاوہ دیگر غزوات میں حضرت عثمانؓ نے شرکت کی اور بڑی دلیری اور جوانمردی سے کفار کا مقابلہ کیا۔ سنہ ۶ ہجری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کا ارادہ کیا اور اپنے صحابہ کے ساتھ مکہ کی جانب روانہ ہوئے۔ حضرت عثمان بھی اس سفر میں آپ کے ساتھ تھے۔ جب یہ مسلمان قافلہ مکہ کے قریب حدیبیہ نامی مقام پر پہنچا تو یہ معلوم ہوا کہ مشرکین مکہ جنگ کیلئے تیاری کر رہے ہیں وہ ہر قیمت پر مسلمانوں کو مکہ میں داخلے سے روکنا چاہتے تھے کیونکہ یہ ان کے

Digitized By Khilafat Library Rabwah

لحاظ سے بڑی شرم کی بات تھی کہ مسلمان ان کی بستی میں آزادانہ داخل ہو کر واپس چلے جائیں۔ حضرت رسول اکرمؐ نے جب یہ حالات دیکھے تو سفیر کے طور پر حضرت عثمانؓ کو منتخب کیا تا کہ وہ اہل مکہ سے رابطہ کریں اور انہیں یہ بات سمجھائیں کہ مسلمانوں کی آمد کسی جنگی مہم کا حصہ نہیں ہے بلکہ محض خانہ کعبہ کا حج مقصد ہے۔ چنانچہ آپ ایک سفیر کے طور پر مکہ تشریف لے گئے اور گفتگو کا آغاز ہو گیا۔

مشرکین مکہ نے سفارتی آداب کو ملحوظ نہ رکھتے ہوئے حضرت عثمانؓ کو مکہ میں ہی روک لیا اور سخت نگرانی کے پہرے بٹھا دیئے۔ جب اسی طرح کافی وقت گزر گیا تو مسلمانوں کو تشویش شروع ہوئی کہ خدانخواستہ کہیں عثمانؓ کو کوئی نقصان تو نہیں پہنچا دیا گیا۔ ابھی یہ سلسلہ چل ہی رہا تھا کہ یہ افواہ پھیل گئی کہ مشرکین مکہ نے حضرت عثمانؓ کو شہید کر دیا ہے۔ یہ خبر اسلامی لشکر میں پھیلتے ہی اپنے سفیر کی حرمت کے خیال سے رسول کریم ﷺ نے مشرکین مکہ کو سخت سزا دینے کا فیصلہ کیا۔ حضرت رسول اکرم ﷺ نے ایک درخت کے نیچے صحابہؓ سے بیعت لی کہ وہ ہر قربانی کیلئے تیار رہیں گے۔ اس بیعت کو "بیعت رضوان" کہا جاتا ہے کیونکہ خدا تعالیٰ نے بڑی محبت سے اس بیعت کا ذکر قرآن کریم میں اس طرح فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بیعت کے نتیجے میں مومنوں سے راضی ہو گیا۔ حضرت عثمانؓ کو خصوصاً اس بیعت کے لحاظ سے یہ فخر بھی نصیب ہوا کہ آپ کی طرف سے رسول اللہ نے اپنا دوسرا ہاتھ بڑھا کر قائمقامی کی۔ یوں یہ بیعت آپ کے لئے ایک عظیم اعزاز کا موجب بن گئی کہ خدا تعالیٰ کے نبی نے اپنے ہاتھ کو عثمان کی جگہ بیعت کے لئے آگے بڑھایا۔ مشرکین تک جب یہ اطلاعیں پہنچیں تو خوفزدہ ہو کر انہوں نے صلح کا شور مچایا۔ یوں بالآخر سفارتی طریق پر صلح کی شرائط طے پا گئیں اور حضرت عثمانؓ کو رہا کر کے واپس بھجوا دیا گیا۔ یہ صلح تاریخ اسلام میں صلح حدیبیہ کے نام سے معروف ہے۔ اور قرآن کریم نے اسے "فتح" قرار دیا ہے۔ (تفصیلات کیلئے بخاری کتاب الشروط و المصالحۃ مع اہل الحرب اور سیرت ابن ہشام دیکھیں)

خلیفہ ثالث:۔ سنہ ۸ ہجری میں مکہ فتح ہو گیا اور سنہ ۱۱ ہجری میں رسول اکرمؐ وفات پا گئے اور حضرت ابوبکر صدیقؓ مسند خلافت پر فائز ہوئے۔ آپ نے امت کو مشکلات کے بھنور سے نکال کر ترقیات کی راہ پر چلا دیا اور سوا دو سال کی خلافت کے بعد اپنے خالق حقیقی سے جاملے۔ آپ کے بعد حضرت عمرؓ خلیفہ ثانی کے طور پر منتخب ہوئے اور اسلام کی عظیم فتوحات دیکھنے کے بعد ۲۳ ہجری میں اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔ آپ کی وفات کے بعد تیسرے خلیفہ کے انتخاب کا مسئلہ درپیش تھا۔ حضرت عمرؓ نے لوگوں کے اصرار پر اپنے آخری ایام میں چھ صحابہ کے نام پیش کئے تھے کہ ان میں سے جسے چاہو خلیفہ منتخب کر لینا۔

۴ محرم سنہ ۲۴ ہجری کو حضرت عثمانؓ تمام مسلمانوں کے اتفاق سے تیسرے خلیفہ کے طور پر منتخب ہو گئے اور کاروبار مملکت بھی سنبھال لیا۔ حضرت عمر کے زمانے میں اسلامی مملکت بہت وسعت اختیار کر گئی تھی۔ فتوحات اسلامی لشکروں کے قدم چوم رہی تھیں۔ یہ سلسلہ حضرت عثمانؓ کے دور میں بھی جاری رہا۔ آپ نے طبیعت کی نرمی اور ملاطفت کے باوجود ملکی معاملات نہایت خوش اسلوبی اور حکمت کے ساتھ چلانے شروع کئے اور یوں ایک مرتبہ پھر اسلامی فوجیں فتوحات کے جھنڈے گاڑنے لگیں۔ طرابلس، الجزائر، مراکش اور قبرص وغیرہ آپ کے دور خلافت میں فتح ہوئے اور ابھی یہ سلسلہ جاری تھا۔ یہ وہ دور تھا جس میں عظیم فتوحات کی وجہ سے مال و دولت کی فراوانی پیدا ہو گئی تھی۔ عام مسلمان بھی مال و دولت کے اعتبار سے بافراغت تھے اور اسی چیز نے بہت سے ایسے لوگوں کو بھی اسلام قبول کرنے پر آمادہ کر لیا تھا جو دل سے تو اسلام کی عظمت کے قائل نہ تھے۔ محبت بھی نہیں تھی لیکن دنیاوی ترقیات اور مال و دولت کی فراوانی دیکھ کر مسلمانوں میں شامل ہو گئے تھے۔ صحابہؓ تو اپنی فطری سادگی اور درویشانہ صفات کو سنبھالے ہوئے تھے

Digitized By Khilafat Library Rabwah

لیکن یہ نو وارد مسلمان جن کی تربیت میں ابھی بہت کمی تھی ماحول اور معاشرے پر چھاتے چلے جا رہے تھے۔ حضرت رسول اکرمؐ نے تو بہت پہلے اس کے بارے میں مسلمانوں کو ان الفاظ میں متنبہ کر دیا تھا کہ

"میں تمہارے لئے فقر و فاقہ سے نہیں ڈرتا بلکہ میں تمہارے بارے میں دنیاوی مال و دولت سے ڈرتا ہوں"۔

اور پھر ایسا ہی ہوا۔ خلافت کے ابتدائی ۵-۶ سال تو سکون سے گزرے لیکن پھر فتنے پھیلنے لگے۔ ان فتنوں میں صرف مال و دولت کی فراوانی ہی اصل وجہ نہ تھی بلکہ بہت سے دیگر پہلو بھی تھے۔ وہ قومیں جو اسلام کی ظاہری شان و شوکت کو دیکھ کر مسلمان ہو گئی تھیں اندر ہی اندر نظام کے خلافت بغاوت پیدا کر رہی تھیں۔ یہودیوں مجوسیوں اور عیسائیوں کی طرف سے ہونے والی سازشیں اس کے سوا تھیں۔ یوں ان سازشوں کے جال آہستہ آہستہ ہر طرف پھیلنے لگے۔ حضرت عثمانؓ باوجود اس کے کہ ان معاملات کو محسوس کر رہے تھے اپنی فطری نرمی اور ملاطفت کی وجہ سے سختی کے ساتھ ان سازشوں کو کچلنے کے روادار نہ تھے۔ یوں تو یہ سازشیں آہستہ آہستہ تمام مملکت میں پھیل رہی تھیں لیکن حقیقی طور پر ان کا سب سے بڑا مرکز مصر تھا۔ یہاں پر ایک یہودی نو مسلم جس کا نام عبداللہ بن سبا تھا بغاوت کی تحریک کو اندر ہی اندر ہوا دے رہا تھا۔ یہ وہ دور تھا جس میں عبداللہ بن سبا اور اس کے مفسد ساتھیوں کی وجہ سے اسلام کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا۔ اور ان سازشوں کے نتیجے میں حضرت عثمانؓ کی شہادت کا واقعہ پیش آیا۔ یہ ایک بہت ہی حساس موضوع ہے جس کے بارے میں جاننا بہت ضروری ہے کیونکہ حضرت عثمانؓ کی شہادت کا واقعہ ایسا جذباتی پہلو ہے جس کی تفصیل سے ناواقف لوگ بعض دفعہ اس کے لئے صحابہ کرام کو بھی مورد الزام ٹھہرانے کی کوشش کرتے ہیں۔ جو کہ بالکل غلط اور کم فہمی کا نتیجہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس مضمون میں حضرت عثمانؓ کی خلافت کے اس دور کے واقعات نسبتاً زیادہ تفصیل سے لکھے جا رہے ہیں تاکہ اس وقت کی حقیقی صورتحال کا کچھ علم ہو سکے اور یہ بھی معلوم ہو کہ اصل فتنہ کیا تھا؟ تاہم آئندہ تحریر میں یہ اہتمام کیا گیا ہے کہ بجائے اپنے الفاظ میں ان واقعات کو بیان کرنے کے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے الفاظ میں یہ واقعات بیان کئے جا رہے ہیں اور بیشتر اقتباسات آپ کی تقریر "اسلام میں اختلافات کا آغاز" سے لئے گئے ہیں۔

عبداللہ بن سباء۔ رئیس المفسدین:۔

"عبداللہ بن سبا ایک یہودی تھا جو اپنی ماں کی وجہ سے ابن السوداء کہلاتا تھا۔ یمن کا رہنے والا اور نہایت بدباطن انسان تھا۔ اسلام کی بڑھتی ہوئی ترقی کو دیکھ کر اس غرض سے مسلمان ہوا کہ کسی طرح مسلمانوں میں فتنہ ڈلوائے۔ اس زمانہ کے فتنے اسی مفسد انسان کے اردگرد گھومتے ہیں اور یہ ان کی روح رواں ہے۔ شرارت کی طرف مائل ہو جانا اس کی جبلت میں داخل معلوم ہوتا ہے۔ خفیہ منصوبہ کرنا اس کی عادت تھی اور اپنے مطلب کے آدمیوں کو تاڑ لینے میں اس کو خاص مہارت تھی۔ ہر شخص سے اس کے مذاق کے مطابق بات کرتا تھا اور نیکی کے پردے میں بدی کی تحریک کرتا تھا اور اسی وجہ سے اچھے اچھے سنجیدہ آدمی اس کے دھوکے میں آ جاتے تھے۔ حضرت عثمانؓ کی خلافت کے پہلے نصف میں مسلمان ہوا اور تمام بلاد اسلامیہ کا دورہ اس غرض سے کیا کہ ہر ایک جگہ کے حالات سے خود واقفیت پیدا کرے۔ مدینہ منورہ میں تو اس کی دال نہ گل سکتی تھی۔ مکہ مکرمہ اس وقت سیاسیات سے بالکل علیحدہ تھا۔ سیاسی مرکز اس وقت دارالخلافۃ کے سوا بصرہ' کوفہ' دمشق' اور قسطاط تھے۔ پہلے ان مقامات کا اس نے دورہ کیا اور یہ رویہ اختیار کیا کہ ایسے لوگوں کی تلاش کر کے جو سزا یافتہ تھے اور اس وجہ سے حکومت سے ناخوش تھے ان سے ملتا اور انہی کے ہاں ٹھہرتا۔ چنانچہ سب سے پہلے بصرہ گیا اور حکیم بن جبلہ ایک نظر بند ڈاکو کے پاس ٹھہرا اور اپنے ہم مذاق لوگوں کو جمع کرنا شروع کیا اور ان کی ایک مجلس بنائی۔ چونکہ کام کی ابتداء تھی اور یہ آدمی ہوشیار تھا صاف صاف

Digitized By Khilafat Library Rabwah

بات نہ کرتا بلکہ اشارہ کنایہ سے ان کو فتنہ کی طرف بلاتا تھا۔ اور جیسا کہ اس نے ہمیشہ اپنا وطیرہ رکھا۔ وعظ کا سلسلہ بھی ساتھ جاری رکھتا تھا۔ جس سے ان لوگوں کے دلوں میں اس کی عظمت پیدا ہو گئی اور وہ اس کی باتیں قبول کرنے لگے۔ عبداللہ بن عامر کو جو بصرہ کے والی تھے جب اس کا علم ہوا تو انہوں نے اس کا حال پوچھا اور اس کے آنے کی وجہ دریافت کی۔ اس نے جواب میں کہلا بھیجا کہ میں اہل کتاب میں سے ایک شخص ہوں جسے اسلام کا انس ہو گیا ہے اور آپ کی حفاظت میں رہنا چاہتا ہوں۔ عبداللہ بن عامر کو چونکہ اصل حالات پر آگاہی حاصل ہو چکی تھی۔ انہوں نے اس کے عذر کو قبول نہ کیا اور کہا کہ مجھے تمہارے متعلق جو حالات معلوم ہیں وہ ان کے خلاف ہیں اس لئے تم میرے علاقہ سے نکل جاؤ۔ وہ بصرہ سے نکل کر کوفہ کی طرف چلا گیا۔ یہاں پر بھی اس نے بصرہ کی طرح کی شرارتیں کیں اور یہاں سے بھی نکال دیا گیا اور شام کا رخ کیا۔ مگر وہاں اس کو اپنے قدم جمانے کا کوئی موقع نہ ملا۔ حضرت معاویہ نے وہاں اس عمدگی سے حکومت کا کام چلایا ہوا تھا کہ نہ تو اسے ایسے لوگ ملے جن میں یہ ٹھہر سکے اور نہ ایسے لوگ میسر آئے جن کو اپنا قائم مقام بنایا جاوے پس شام سے اس کو باحسرت و یاس آگے سفر کرنا پڑا۔ اور مصر میں پہنچ کر اپنی سازشوں کا جال بننے لگا۔ اب سب بلاد میں شرارت کے مرکز قائم ہو گئے اور ابن السوداء نے ان تمام لوگوں کو جو سزا یافتہ تھے یا ان کے رشتہ دار تھے یا اور کسی سبب سے اپنی حالت پر قانع نہ تھے نہایت ہوشیاری اور دانائی سے اپنے ساتھ ملانا شروع کیا۔ اور ہر ایک کے مذاق کے مطابق اپنی غرض کو بیان کرتا تا کہ اس کی ہمدردی حاصل ہو جاوے۔ مدینہ شرارت سے محفوظ تھا اور شام بالکل پاک تھا۔ تین مرکز تھے جہاں اس فتنہ کا مواد تیار ہو رہا تھا بصرہ، کوفہ اور مصر۔ مصر مرکز تھا۔ مگر اس زمانہ کے تجربہ کار اور فلسفی دماغ انارکسٹوں کی طرح ابن السوداء نے اپنے آپ کو خلف الاستار رکھا ہوا تھا۔ سب کام کی روح وہی تھا مگر آگے دوسرے لوگوں کو کیا ہوا تھا۔ بوجہ قریب ہونے کے اور بوجہ سیاسی فوقیت کے جو اس وقت بصرہ اور کوفہ کو حاصل تھی یہ دونوں شہر ان تغیرات میں زیادہ حصہ لیتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ لیکن ذرا باریک نگاہ سے دیکھا جاوے تو تاریخ کے صفحات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ان تمام کارروائیوں کی باگ مصر میں بیٹھے ہوئے ابن السوداء کے ہاتھ میں تھی۔

فتنہ بڑھنے لگا

ایسی حالت میں تین سال گزر گئے اور یہ مفسد گروہ برابر خفیہ کارروائیاں کرتا رہا اور اپنی جماعت بڑھاتا گیا۔ لیکن اس تین سال کے عرصہ میں کوئی خاص واقعہ سوائے اس کے نہیں ہوا کہ محمد بن ابی بکر اور محمد بن ابی حذیفہ دو شخص مدینہ منورہ کے باشندے بھی اس فتنہ میں کسی قدر حصہ لینے لگے محمد بن ابی بکر تو حضرت ابوبکرؓ کا چھوٹا لڑکا تھا جسے سوائے اس خصوصیت کے کہ وہ حضرت ابوبکر کا لڑکا تھا دینی طور پر کوئی فضیلت حاصل نہ تھی۔ اور محمد بن ابی حذیفہ ایک یتیم تھا جسے حضرت عثمان نے پالا تھا۔ مگر بڑا ہو کر اس نے خاص طور پر آپ کی مخالفت میں حصہ لیا چوتھے سال میں اس فتنہ نے کسی قدر ہیبت ناک صورت اختیار کر لی اور اس کے بانیوں نے مناسب سمجھا کہ اب علی الاعلان اپنے خیالات کا اظہار کیا جاوے اور حکومت کے رعب کو مٹایا جاوے چنانچہ اس امر میں بھی کوفہ ہی نے ابتداء کی۔"

اور سعید بن العاص جو کوفہ کے والی تھے ان کے خلاف عبداللہ بن سبا کے ساتھیوں نے کھلے عام ایک مجلس میں بغاوت کا اظہار کیا۔ گو یہ معاملہ زیادہ طول نہ پکڑ سکا اور حضرت عثمانؓ کے حکم سے ان لوگوں کو شام کی طرف جلا وطن کر دیا گیا۔ ساتھ ہی آپ نے حضرت امر معاویہؓ کو حکم بھیجا کہ ان لوگوں کی اصلاح کے لئے اور تربیت کیلئے اقدامات کئے جائیں۔ حضرت امیر معاویہؓ نے ان لوگوں کی اصلاح کے لئے پوری کوشش کی لیکن آپ کی فراست نے پہچان لیا کہ یہ لوگ مسلمانوں کے بھیس میں تو ضرور ہیں لیکن حقیقت میں اسلام سے ان کا دور کا بھی تعلق نہیں ہے۔ چنانچہ ان کی جہالت دیکھ کر آپ نے انہیں شام سے نکل جانے کا حکم دیا اور سعید بن العاص کو بھی اس امر کی اطلاع بھجوا

Digitized By Khilafat Library Rabwah

دی۔

سازشی گروہ کی کارستانیاں:-

"عبداللہ بن سبا اس عرصہ میں خاموش نہ بیٹھا ہوا تھا بلکہ اس نے کچھ مدت سے یہ رویہ اختیار کیا تھا کہ اپنے ایجنٹوں کو تمام علاقوں میں بھیجتا اور اپنے خیالات پھیلاتا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ شخص غیر معمولی عقل و دانش کا آدمی تھا۔ وہ احکام جو اس نے اپنے ایجنٹوں کو دیئے اس کے دماغ کی بناوٹ پر خوب روشنی ڈالتے ہیں۔ جب یہ اپنے نائب روانہ کرتا تو ان کو ہدایت دیتا کہ اپنے خیالات کو فوراً لوگوں کے سامنے نہ پیش کر دیا کرو بلکہ پہلے وعظ و نصیحت سے کام لیا کرو۔ اور شریعت کے احکام لوگوں کو سنایا کرو۔ اور اچھی باتوں کا حکم دیا کرو اور بری باتوں سے روکا کرو۔ جب لوگ تمہارا یہ طریق دیکھیں گے تو ان کے دل تمہاری طرف مائل ہو جائیں گے اور تمہاری باتوں کو شوق سے سنا کریں گے اور تم پر اعتبار پیدا ہو جائے گا۔ تب عمدگی سے ان کے سامنے اپنے خاص خیالات پیش کرو وہ بہت جلد قبول کر لیں گے اور یہ بھی احتیاط رکھو کہ پہلے حضرت عثمانؓ کے خلاف باتیں نہ کرنا۔ بلکہ ان کے نائبوں کے خلاف لوگوں کے جوش کو بھڑکانا۔ اس سے اس کی غرض یہ تھی کہ حضرت عثمانؓ سے خاص مذہبی تعلق ہونے کی وجہ سے لوگ ان کے خلاف باتیں سن کر بھڑک اٹھیں گے۔ لیکن امراء کے خلاف باتیں سننے سے ان کے مذہبی احساسات کو تحریک نہ ہو گی اس لئے ان کو قبول کر لیں گے۔ جب اس طرح ان کے دل سیاہ ہو جائیں گے اور ایک خاص پارٹی میں شمولیت کر لینے سے جو ضد پیدا ہو جاتی ہے وہ پیدا ہو جاوے گی تو پھر حضرت عثمانؓ کے خلاف ان کو بھڑکانا بھی آسان ہو گا۔

اس شخص نے جب یہ دیکھا کہ والیان صوبہ جات کی برائیاں جب کبھی بیان کی جاتی ہیں تو سمجھ دار لوگ ان کو قبول کرنے سے انکار کرتے ہیں کیونکہ وہ لوگ اپنے مشاہدہ کی بناء پر ان شکایات کو جھوٹا اور بے حقیقت جانتے ہیں اور ملک میں عام جوش نہیں پھیلتا۔ تو اس نے ایک اور خطرناک تدبیر اختیار کی اور وہ یہ کہ اپنے نائبوں کو حکم دیا کہ بجائے اس کے کہ ہر جگہ کے گورنروں کو انہی کے علاقوں میں بدنام کرنے کی کوشش کریں ان کی برائیاں لکھ کر دوسرے علاقوں میں بھجیں۔ کیونکہ دوسرے علاقوں کے لوگ اس جگہ کے حالات سے ناواقفیت کی وجہ سے ان کی باتوں کی آسانی سے قبول کر لیں گے۔ چنانچہ اس مشورہ کے ماتحت ہر جگہ کے مفسد اپنے علاقوں کے حکام کی جھوٹی شکایات اور بناوٹی مظالم لکھ کر دوسرے علاقوں کے ہمدردوں کو بھیجتے اور وہ ان خطوں کو پڑھ کر لوگوں کو سناتے اور بوجہ غیر ممالک کے حالات سے ناواقفیت کے بہت سے لوگ ان باتوں کو سچ یقین کر لیتے اور افسوس کرتے کہ فلاں فلاں ملک کے ہمارے بھائی سخت مصیبتوں میں مبتلاء ہیں اور ساتھ شکر بھی کرتے کہ خدا کے فضل سے ہمارا والی اچھا ہے ہمیں کوئی تکلیف نہیں۔ اور یہ نہ جانتے کہ دوسرے ممالک کے لوگ اپنے آپ کو آرام میں اور ان کو دکھ میں سمجھتے اور اپنی حالت پر شکر اور ان کی حالت پر افسوس کرتے ہیں۔ مدینہ کے لوگوں کو چونکہ چاروں اطراف سے خطوط آتے تھے۔ ان میں سے جو لوگ ان خطوط کو صحیح تسلیم کر لیتے وہ یہ خیال کر لیتے کہ شاید سب ممالک میں ظلم ہی ہو رہا ہے اور مسلمانوں پر سخت مصائب ٹوٹ رہے ہیں غرض عبداللہ بن سبا کا یہ فریب بہت کچھ کارگر ثابت ہوا اور اسے اس ذریعہ سے ہزاروں ایسے ہمدرد مل گئے جو بغیر اس تدبیر کے ملنے مشکل تھے۔

جب یہ شورش حد سے بڑھنے لگے اور صحابہ کرام کو بھی ایسے خطوط ملنے لگے جن میں گورنروں کی شکایات درج ہوتی تھیں تو انہوں نے مل کر حضرت عثمانؓ سے عرض کیا کہ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ باہر کیا ہو رہا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ جو رپورٹیں مجھے آتی ہیں وہ تو خیر و عافیت ہی ظاہر کرتی ہیں۔ صحابہ نے جواب دیا کہ ہمارے پاس اس اس مضمون کے خطوط باہر سے آتے ہیں اس کی تحقیق ہونی چاہئے۔ حضرت عثمانؓ نے اس پر ان سے مشورہ طلب کیا کہ تحقیق کس طرح کی جاوے۔ اور

Digitized By Khilafat Library Rabwah

ان کے مشورہ کے مطابق اسامہ بن زید کو بصرہ کی طرف محمد بن مسلم کو کوفہ کی طرف عبداللہ بن عمر کو شام کی طرف عمار بن یاسر کو مصر کی طرف بھیجا کہ وہاں کے حالات کی تحقیق کر کے رپورٹ کریں کہ آیا واقع میں امراء رعیت پر ظلم کرتے ہیں اور تعدی سے کام لیتے ہیں اور لوگوں کو حقوق مار لیتے ہیں۔ اور ان چاروں کے علاوہ کچھ اور لوگ بھی متفرق بلاد کی طرف بھیجے تاکہ وہاں کے حالات سے اطلاع دیں۔

یہ لوگ گئے اور تحقیق کے بعد واپس آکر ان سب نے رپورٹ کی کہ سب جگہ امن ہے۔"

مسلمان بالکل آزادی کے ساتھ پر سکون زندگی بسر کر رہے ہیں اور حکام مکمل طور پر عدل و انصاف سے کام لے رہے ہیں۔ حق بھی یہی تھا کہ ہر طرف امن و امان تھا لیکن عبداللہ بن سبا اور اس کے چیلے اس پر سکون مملکت میں فساد پیدا کرنے کے درپے تھے۔ پھر بھی حضرت عثمانؓ نے اطمینان کی خاطر ان علاقوں کے والیوں اور گورنروں کو اپنے پاس بلایا اور تمام الزامات ان کے سامنے پیش کئے۔ انہوں نے بھی پوری سچائی اور دیانتداری سے ان باتوں کو بے بنیاد قرار دیا اور بتایا کہ یہ سب ایک سوچی سمجھی سازش ہے جس کا حقیقت سے کوئی بھی تعلق نہیں ہے۔

دلیر عثمان

حضرت امیر معاویہؓ نے واپسی کے موقعہ پر حضرت عثمانؓ سے خصوصی ملاقات کی۔ اور درخواست کی کہ یہ فتنہ بڑھتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔

"اگر اجازت ہو تو میں اس کے متعلق کچھ عرض کروں۔ آپ نے فرمایا کہو۔ اس پر انہوں نے کہا کہ اول میرا مشورہ یہ ہے کہ آپ میرے ساتھ شام چلے چلیں کیونکہ شام میں ہر طرح سے امن ہے اور کسی قسم کا فساد نہیں ایسا نہ ہو کہ یک دم کسی قسم کا فساد اٹھے اور اس وقت کوئی انتظام نہ ہو سکے۔ حضرت عثمانؓ نے ان کو جواب دیا کہ میں رسول کریم ﷺ کی ہمسائیگی کو کسی صورت میں نہیں چھوڑ سکتا خواہ جسم کی دھجیاں اڑادی جائیں۔ حضرت معاویہؓ نے کہا کہ پھر دوسرا مشورہ یہ ہے کہ آپ مجھے اجازت دیں کہ میں ایک دستہ شامی فوج کا آپ کی حفاظت کے لئے بھیج دوں۔ ان لوگوں کی موجودگی میں کوئی شخص شرارت نہیں کر سکے گا۔ حضرت عثمانؓ نے جواب دیا کہ نہ میں عثمانؓ کی جان کی حفاظت کے لئے اس قدر بوجھ بیت المال پر ڈال سکتا ہوں اور نہ یہ پسند کر سکتا ہوں کہ مدینہ کے لوگوں کو فوج رکھ کر تنگی میں ڈالوں۔ اس پر حضرت معاویہؓ نے عرض کی کہ پھر تیسری تجویز یہ ہے کہ صحابہؓ کی موجودگی میں لوگوں کو جرات ہے کہ اگر عثمانؓ نہ رہے تو ان میں سے کسی کو آگے کھڑا کر دیں گے۔ ان لوگوں کو مختلف ملکوں میں پھیلا دیں۔ حضرت عثمانؓ نے جواب دیا کہ یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ جن لوگوں کو رسول کریم ﷺ نے جمع کیا ہے میں ان لوگوں کو پراگندہ کر دوں۔ اس پر معاویہؓ روپڑے اور عرض کی کہ اگر ان تدابیر میں سے جو آپ کی حفاظت کے لئے میں نے پیش کی ہیں آپ کوئی بھی قبول نہیں کرتے تو اتنا تو کیجئے کہ لوگوں میں اعلان کر دیجئے کہ اگر میری جان کو کوئی نقصان پہنچے تو معاویہ کو میرے قصاص کا حق ہو گا۔ شاید لوگ اس سے خوف کھا کر شرارت سے باز رہیں۔ حضرت عثمانؓ نے جواب دیا کہ معاویہؓ! جو ہونا ہے ہو کر رہے گا میں ایسا نہیں کر سکتا کیونکہ آپ کی طبیعت سخت ہے ایسا نہ ہو کہ آپ مسلمانوں پر سختی کریں اس پر حضرت معاویہؓ روتے ہوئے آپ کے پاس سے اٹھے اور کہا کہ میں سمجھتا ہوں کہ شاید یہ آخری ملاقات ہو۔ اور باہر نکل کر صحابہؓ سے کہا کہ اسلام کا دارومدار آپ لوگوں پر ہے۔ حضرت عثمانؓ اب ضعیف ہو گئے ہیں اور فتنہ بڑھ رہا ہے آپ لوگ ان کی نگہداشت رکھیں۔ یہ کہہ کر معاویہؓ شام کی طرف روانہ ہو گئے"۔

عبداللہ بن سبا اور اس کے ساتھیوں کی ہمت اب بڑھتی جارہی تھی۔ اور یہ لوگ حضرت عثمانؓ کی نرمی اور شفقت سے ناجائز فائدہ اٹھا رہے تھے۔ حضرت عثمان نے بہت طریقوں سے ان لوگوں کو سمجھانے کی کوشش کی لیکن دلائل میں مقابلہ نہ کر

Digitized By Khilafat Library Rabwah

سکنے کے باوجود یہ لوگ الزامات اور اتہامات کا سلسلہ بڑھاتے چلے گئے۔ اور اب یہ سلسلہ گورنروں اور والیوں سے بڑھ کر خلافت تک پہنچ چکا تھا۔ چنانچہ اب انہوں نے اپنے ناپاک عزائم کو عملی جامہ پہنانے کا ارادہ کیا اور "یہ طے کیا کہ شوال میں تمام ساتھی حج کے ارادہ سے قافلہ بن کر نکلیں اور مدینہ میں جا کر یک دم تمام انتظام کو درہم برہم کر دیں اور اپنی مرضی کے مطابق نظام حکومت کو بدل دیں۔ اس تجویز کے مطابق شوال یعنی چاند کے دسویں مہینے حضرت عثمانؓ کی خلافت کے بارہویں سال، چھتیسویں سال ہجری میں یہ لوگ تین قافلے بن کر اپنے گھروں سے نکلے۔ ایک قافلہ بصرہ سے ایک کوفہ سے اور ایک مصر سے۔ پچھلی دفعہ کی ناکامی کا خیال کر کے اور اس بات کو مدنظر رکھ کر کہ یہ کوشش آخری کوشش ہے۔ عبداللہ بن سبا خود بھی مصر کے قافلہ کے ساتھ مدینہ کی طرف روانہ ہوا۔ اس رئیس المفسدین کا خود باہر نکلنا اس امر کی علامت تھا کہ یہ لوگ اب ہر ایک ممکن تدبیر سے اپنے مدعا کے حصول کی کوشش کریں گے۔ چونکہ ہر ایک گروہ نے اپنے علاقہ میں حج پر جانے کے ارادہ کا اظہار کیا تھا کچھ اور لوگ بھی ان کے ساتھ بارادہ حج شامل ہو گئے اور اس طرح اصل ارادے ان لوگوں کے عامۃ المسلمین سے مخفی رہے۔ مگر چونکہ حکام کو ان کی اندرونی سازش کا علم تھا۔ عبداللہ بن ابی سرح والی مصر نے ایک خاص آدمی بھیج کر حضرت عثمانؓ کو اس قافلہ اور اس کے مخفی ارادہ کی اطلاع قبل از وقت دے دی جس سے اہل مدینہ پہلے ہوشیار ہو گئے۔ اس جگہ ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب تک اہل مدینہ اور خصوصاً صحابہؓ ان لوگوں کے تین دفعہ آنے پر ان کو قتل کرنا چاہتے تھے اور ان کو یہ معلوم تھا کہ ان کا حج کے بہانہ سے آکر فساد کرنے کا ارادہ حضرت عثمانؓ پر ظاہر ہے۔ تو پھر کیوں انہوں نے کوئی اور تدبیر اختیار نہ کی اور اسی پہلی تدبیر کے مطابق جن کا علم حضرت عثمانؓ کو ہو چکا تھا سفر کیا۔ کیا اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ درحقیقت اہل مدینہ ان لوگوں کے ساتھ تھے اسی وجہ سے یہ لوگ ڈرے نہ تھے۔ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ بے شک ان کی یہ دلیری ظاہر کرتی ہے کہ ان لوگوں کو اپنی کامیابی کا پورا یقین تھا۔ مگر اس کی یہ وجہ نہیں کہ صحابہؓ یا اہل مدینہ ان کے ساتھ تھے یا ان سے ہمدردی کا اظہار کرتے تھے۔ بلکہ جیسا کہ خود ان کے بیان سے ثابت ہے کہ صرف تین شخص مدینہ کے ان کے ساتھ تھے اور جیسا کہ واقعات سے ثابت ہے۔ صحابہؓ اور دیگر اہل مدینہ ان لوگوں سے سخت بیزار تھے۔ پس ان کی دلیری کا یہ باعث تو نہیں ہو سکتا کہ وہ لوگ ان سے کسی قسم کی ہمدردی کا اظہار کرتے تھے ان کی دلیری کا اصل باعث اول تو حضرت عثمانؓ کا رحم تھا۔ یہ لوگ سمجھتے تھے کہ اگر ہم کامیاب ہو گئے تو فھو المراد۔ اور اگر ناکام رہے تو حضرت عثمانؓ سے درخواست رحم کر کے سزا سے بچ جائیں گے۔ دوسرے گو صحابہؓ اور اہل مدینہ کا طریق عمل یہ پچھلی دفعہ دیکھ چکے تھے اور ان کو معلوم تھا کہ حضرت عثمانؓ کو ہماری آمد کا علم ہے مگر یہ لوگ خیال کرتے تھے کہ حضرت عثمانؓ اپنے حلم کے باعث ان کے خلاف لڑنے کے لئے کوئی لشکر نہیں جمع کریں گے اور صحابہؓ ظاہر میں حضرت عثمانؓ سے اخلاص کا اظہار کرتے ہیں ورنہ اصل میں ان کی ہلاکت کو پسند کرتے ہیں۔ اور اس خیال کی یہ وجہ تھی کہ یہ لوگ یہی ظاہر کیا کرتے تھے کہ صحابہؓ ہمارے اس فریب سے متاثر ہیں اور دل میں ہمیں سے ہمدردی رکھتے ہیں۔

مفسدوں کا مدینہ میں پہنچنا: جونہی اس لشکر کے مدینہ کے قریب پہنچنے کی اطلاع ملی صحابہ اور اہل مدینہ جو اردگرد میں جائدادوں پر انتظام کے لئے گئے ہوئے تھے مدینہ میں جمع ہو گئے اور لشکر کے دو حصے کئے گئے ایک حصہ تو مدینہ کے باہر ان لوگوں کے مقابلہ کرنے کیلئے گیا اور دوسرا حصہ حضرت عثمانؓ کی حفاظت کے لئے شہر میں رہا۔"

مفسدوں کے تینوں قافلے مدینہ کے پاس پہنچ گئے اور آپس میں مشورے کرنے لگے۔ گو یہ لوگ دو تین ہزار کی تعداد میں تھے لیکن پھر بھی ان میں اتنی ہمت نہ تھی کہ مدینہ میں داخل

Digitized By Khilafat Library Rabwah

ہو کر کوئی کارروائی کر سکیں اسی بناء پر انہوں نے اپنے آدمی بھیج کر مدینہ کے لوگوں کو اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کی اور اپنی باتوں کی مکاری سے یہ باور کروایا کہ ہم تو حضرت عثمانؓ کے پاس بعض والیوں کے بدلنے کی درخواست لیکر آئے ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ ان کے چالاک قاصد یہ کوشش بھی کرتے رہے کہ کس طرح مدینہ کے لوگوں کو حضرت عثمانؓ کے خلاف کھڑا کر سکیں۔ لیکن خلافت کے سچے جانثاروں کے سامنے ان کی کچھ بھی پیش نہ گئی۔ اور اپنے بعض مطالبات پیش کر کے یہ لوگ ناکام و نامراد واپس لوٹنے پر مجبور ہو گئے۔ لیکن دراصل یہ واپس لوٹنا بھی ایک چال تھی تاکہ مدینہ میں موجود مسلمان ان کی واپسی کا سن کر دوبارہ اپنی اپنی جاگیروں پر واپس چلے جائیں اور مدینہ خالی ہو جائے۔ یہ لوگ روانہ ہوتے ہوئے آپس میں طے کر گئے تھے کہ کچھ دن کے بعد دوبارہ واپس ہو گی۔ اور فلاں تاریخ کو مدینہ پر قبضہ کر لیا جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ "اور اہل مدینہ امن و امان کی صورت دیکھ کر اور ان کے لوٹنے پر مطمئن ہو کر اپنے اپنے کاموں پر چلے گئے لیکن ابھی زیادہ دن نہ گزرے تھے کہ ایسے وقت میں جب کہ اہل مدینہ یا تو اپنے کاموں میں مشغول تھے یا اپنے گھروں میں یا مساجد میں بیٹھے تھے۔ اور ان کو کسی قسم کا خیال بھی نہ تھا کہ کوئی دشمن مدینہ پر چڑھائی کرنے والا ہے۔ اچانک ان باغیوں کا لشکر مدینہ میں داخل ہوا اور مسجد اور حضرت عثمان کے گھر کا محاصرہ کر لیا اور تمام مدینہ کی گلیوں میں منادی کرا دی گئی کہ جس کسی کو اپنی جان کی ضرورت ہو اپنے گھر میں آرام سے بیٹھا رہے اور ہم سے برسرپیکار نہ ہو ورنہ خیر نہ ہو گی۔ ان لوگوں کی آمد ایسی اچانک تھی کہ اہل مدینہ مقابلہ کے لئے کوشش نہ کر سکے۔ حضرت امام حسنؓ بیان فرماتے ہیں کہ میں مسجد میں بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک شور ہوا اور مدینہ کی گلیوں میں تکبیر کی آواز بلند ہونے لگی (یہ مسلمانوں کا نعرہ جنگ تھا) ہم سب حیران ہوئے اور دیکھنا شروع کیا کہ اس کا باعث کیا ہے۔ میں اپنے گھٹنوں کے بل کھڑا ہو گیا اور دیکھنے لگا اتنے میں اچانک یہ لوگ مسجد میں گھس آئے اور مسجد پر بھی اور آس پاس کی گلیوں پر بھی قبضہ کر لیا۔

ان کے اچانک حملہ کا نتیجہ یہ ہوا کہ صحابہؓ اور اہل مدینہ کی طاقت منتشر ہو گئی اور وہ ان سے لڑ نہ سکے اور ان کا مقابلہ نہ کر سکے۔ کیونکہ شہر کے تمام ناکوں اور مسجد پر انہوں نے قبضہ کر لیا تھا۔ اب دو ہی راستے کھلے تھے۔ ایک تو یہ کہ باہر سے مدد آوے اور دوسرا یہ کہ اہل مدینہ کسی جگہ پر جمع ہوں اور پھر کسی انتظام کے ماتحت ان سے مقابلہ کریں۔

امر اول کے متعلق ان کو اطمینان تھا کہ حضرت عثمانؓ ایسا نہیں کریں گے کیونکہ ان کا رحم اور ان کی حسن ظنی بہت بڑھی ہوئی تھی اور وہ ان لوگوں کی شرارت کی ہمیشہ تاویل کر لیتے تھے اور امر دوم کے متعلق انہوں نے یہ انتظام کر لیا کہ مدینہ کی گلیوں میں اور اس کے دروازوں پر پہرہ لگا دیا اور حکم دے دیا کہ کسی جگہ اجتماع نہ ہونے پائے۔ جہاں کچھ لوگ جمع ہوتے یہ ان کو منتشر کر دیتے۔ ہاں یوں آپس میں بولنے چالنے یا اکے دکے کو میل ملاقات سے نہ روکتے تھے۔

اہل مدینہ کا باغیوں کو سمجھانا:- جب اہل مدینہ کی حیرت ذرا کم ہوئی تو ان میں سے بعض نے مسجد کے پاس آکر جہاں ان کا مرکز تھا ان کو سمجھانا شروع کیا۔ اور ان کی اس حرکت پر اظہار ناراضگی کیا مگر ان لوگوں نے بجائے ان کی نصیحت سے فائدہ اٹھانے کے ان کو ڈرایا اور دھمکایا اور صاف کہہ دیا کہ اگر وہ خاموش نہ رہیں گے تو ان کے لئے اچھا نہیں ہو گا۔ اور یہ لوگ ان سے بری طرح پیش آویں گے۔

باغیوں کا مدینہ پر تسلط قائم کرنا:- اب گویا مدینہ دارالخلافت نہیں رہا تھا۔ خلیفہ وقت کی حکومت کو موقوف کر دیا گیا تھا اور چند مفسد اپنی مرضی کے مطابق جو چاہتے تھے کرتے تھے۔ اصحاب نبی کریم

Digitized By Khilafat Library Rabwah

ﷺ کیا اور دیگر اہل مدینہ کیا سب کو اپنی عزتوں کا بچانا مشکل ہو گیا تھا۔ اور بعض لوگوں نے تو اس فتنہ کو دیکھ کر اپنے گھروں سے نکلنا بند کر دیا تھا۔ رات دن گھروں میں بیٹھے رہتے تھے اور اس پر انگشت بدنداں تھے۔

حضرت عثمانؓ کا مفسدوں کو نصیحت کرنا:۔

باوجود اس شور و فساد کے حضرت عثمانؓ نماز پڑھانے کے لئے باقاعدہ مسجد میں تشریف لاتے اور یہ لوگ بھی آپ سے اس معاملہ میں تعرض نہ کرتے اور امامت نماز سے نہ روکتے حتی کہ ان لوگوں کے مدینہ پر قبضہ کر لینے کے بعد سب سے پہلا جمعہ آیا۔ حضرت عثمانؓ نے جمعہ کی نماز سے فارغ ہو کر ان لوگوں کو نصیحت فرمائی۔ اور فرمایا کہ اے دشمنان اسلام! خدا تعالیٰ کا خوف کرو۔ تمام اہل مدینہ اس بات کو جانتے ہیں کہ تم لوگوں پر رسول کریم ﷺ نے لعنت فرمائی ہے۔ پس توبہ کرو اور اپنے گناہوں کو نیکیوں کے ذریعے سے مٹاؤ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ گناہوں کو نیکیوں کے سوا کسی اور چیز سے نہیں مٹاتا۔ اس پر محمد بن مسلمہؓ انصاری کھڑے ہوئے اور کہا کہ میں اس امر کی تصدیق کرتا ہوں۔ ان لوگوں نے سمجھا کہ حضرت عثمانؓ پر تو ہمارے ساتھی بدظن ہیں لیکن صحابہؓ نے اگر آپ کی تصدیق کرنی شروع کی اور ہماری جماعت کو معلوم ہوا کہ رسول کریم ﷺ نے ہماری نسبت خاص طور پر پیشگوئی فرمائی تھی تو عوام شاید ہمارا ساتھ چھوڑ دیں۔ اس لئے انہوں نے اس سلسلہ کو روکنا شروع کیا۔ اور محمد بن مسلمہؓ رسول کریم ﷺ کے مقرب صحابی کو جو تائید خلافت کے لئے نہ کسی فتنہ کے برپا کرنے کے لئے کھڑے ہوئے تھے۔ حکیم بن جبلہ ڈاکو نے جبراً پکڑ کر بٹھا دیا۔ اس پر زید بن ثابتؓ جن کو قرآن کریم کے جمع کرنے کی عظیم الشان خدمت سپرد ہوئی تھی تصدیق کے لئے کھڑے ہوئے مگر ان کو بھی ایک اور شخص نے بٹھا دیا۔

مفسدوں کا عصائے نبوی کو توڑنا:۔

اس کے بعد اس محبت اسلام کا دعویٰ کرنے والی جماعت کے ایک فرد نے حضرت عثمانؓ کے ہاتھ سے وہ عصا جس پر رسول کریم ﷺ ٹیک لگا کر خطبہ دیا کرتے تھے اور آپ کے بعد حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ ایسا ہی کرتے رہے چھین لیا اور اس پر اکتفانہ کی بلکہ رسول کریم ﷺ کی اس یادگار کو جو امت اسلام کے لئے ہزاروں برکتوں کا موجب تھی اپنے گھٹنوں پر رکھ کر توڑ دیا۔ حضرت عثمانؓ سے ان کو نفرت سہی خلافت سے ان کو عدوات سہی، مگر رسول کریم ﷺ سے تو ان کو محبت کا دعویٰ تھا۔ پھر رسول کریم ﷺ کی اس یادگار کو اس بے ادبی کے ساتھ توڑ دینے کی ان کو کیونکر جرات ہوئی۔ یورپ آج دہریت کی انتہائی حد کو پہنچا ہوا ہے مگر یہ احساس اس میں بھی باقی ہے کہ اپنے بزرگوں کی یادگاروں کی قدر کرے۔ مگر ان لوگوں نے باوجود دعوائے اسلام کے رسول کریم ﷺ کے عصائے مبارک کو توڑ کر پھینک دیا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کی نصرت کا جوش صرف دکھاوے کا تھا ورنہ اس گروہ کے سردار اسلام سے ایسے ہی دور تھے جیسے کہ آج اسلام کے سب سے بڑے دشمن۔

مفسدوں کا مسجد نبوی پر کنکر برسانا اور حضرت عثمانؓ کو زخمی کرنا:۔

رسول کریم ﷺ کا عصا توڑ کر بھی ان لوگوں کے دلوں کو ٹھنڈک نہ حاصل ہوئی اور انہوں نے اس مسجد میں جس کی بنیاد محمد رسول اللہ ﷺ نے رکھی تھی اور جس کی تعمیر نہایت مقدس ہاتھوں سے ہوئی تھی کنکروں کا مینہ برسانا شروع کیا اور کنکر مار مار کر صحابہ کرامؓ اور اہل مدینہ کو مسجد نبوی سے باہر نکال دیا اور حضرت عثمانؓ پر اس قدر کنکر برسائے گئے کہ آپ بے ہوش ہو کر منبر پر سے گر گئے اور چند آدمی آپ کو اٹھا کر گھر چھوڑ آئے۔

یہ اس محبت کا نمونہ تھا جو ان لوگوں کو اسلام اور حاملان

Digitized By Khilafat Library Rabwah

شریعت اسلام سے تھی۔ اور یہ وہ اخلاق فاضلہ تھے جن کو یہ لوگ حضرت عثمانؓ کو خلافت سے علیحدہ کر کے عالم اسلام میں جاری کرنا چاہتے تھے۔ اس واقعہ کے بعد کون کہہ سکتا ہے کہ حضرت عثمانؓ کے مقابلہ میں کھڑی ہونے والی جماعت صحابہؓ سے کوئی تعلق رکھتی تھی۔ یا یہ کہ فی الواقع حضرت عثمانؓ کی بعض کارروائیوں سے وہ شورش کرنے پر مجبور ہوئے تھے یا یہ کہ حمیت اسلامیہ ان کے غیظ و غضب کا باعث تھی۔ ان کی بد عملیاں اس بات کا کافی ثبوت ہیں کہ نہ اسلام سے ان کو کوئی تعلق تھا نہ دین سے ان کو کوئی محبت تھی۔ نہ صحابہؓ سے ان کو کوئی انس تھا۔ وہ اپنی مخفی اغراض کے پورا کرنے کے لئے ملک کے امن و امان کو تباہ کرنے پر آمادہ ہو رہے تھے۔ اور اسلام کے قلعہ میں نقب زنی کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔

حضرت عثمانؓ کو خلافت سے دست برداری کیلئے مجبور کرنا

بیس دن تک یہ لوگ صرف زبانی طور پر کوشش کرتے رہے کہ کسی طرح حضرت عثمان ﷺ خلافت سے دست بردار ہو جائیں۔ مگر حضرت عثمانؓ نے اس امر سے صاف انکار کر دیا اور فرمایا کہ جو قمیص مجھے خدا تعالیٰ نے پہنائی ہے میں اسے اتار نہیں سکتا۔ اور نہ امت محمدیہ ﷺ کو بے پناہ چھوڑ سکتا ہوں کہ جس کا جی چاہے دوسرے پر ظلم کرے۔

آج یہ لوگ فساد کرتے ہیں اور میری زندگی سے بیزار ہیں۔ مگر جب میں نہ رہوں گا تو خواہش کریں گے کہ کاش عثمان کی عمر کا ایک ایک دن ایک ایک سال سے بدل جاتا اور وہ ہم سے جلدی رخصت نہ ہوتا۔ کیونکہ میرے بعد سخت خون ریزی ہوگی اور حقوق کا اتلاف ہوگا اور انتظام کچھ کا کچھ بدل جائے گا (چنانچہ بنو امیہ کے زمانہ میں خلافت حکومت سے بدل گئی اور ان مفسدوں کو ایسی سزائیں ملیں کہ سب شرارتیں ان کو بھول گئیں)

حضرت عثمانؓ کے گھر کا محاصرہ:۔ بیس دن گزرنے کے بعد ان لوگوں کو خیال ہوا کہ اب جلدی ہی کوئی فیصلہ کرنا چاہئے تا ایسا نہ ہو کہ صوبہ جات سے فوجیں آجاویں اور ہمیں اپنے اعمال کی سزا بھگتنی پڑے۔ اس لئے انہوں نے حضرت عثمانؓ کا گھر سے نکلنا بند کر دیا اور کھانے پینے کی چیزوں کا اندر جانا بھی روک دیا اور سمجھے کہ شاید اس طرح مجبور ہو کر حضرت عثمانؓ ہمارے مطالبات کو قبول کر لیں گے"۔

یہ حالات اتنے سخت تھے کہ صحابہ کی کچھ پیش نہ جا رہی تھی۔ ورنہ وہ اپنے پیارے امام کو ایسی حالت میں دیکھ کر حد درجہ بے چین اور غم زدہ تھے۔ حضرت عثمانؓ کے حکم نے انہیں روک رکھا تھا ورنہ ان میں سے ہر ایک کی یہ خواہش تھی کہ چاہے انجام کچھ بھی ہو ایک مرتبہ ان مردود باغیوں کی سرکوبی کیلئے کھڑا ہو جائے۔ بہرصورت جب یہ حالات طول پکڑ گئے تو حضرت عثمانؓ نے یہ تمام حالات لکھ کر اپنے گورنروں اور والیان کو بھجوائے۔ اس طرح آپ نے ایک خط مکہ آنے والے حاجیوں کے نام بھی روانہ کیا جس میں ان مفسدوں کے بد ارادوں کی خبر دی اور اہل مدینہ کی مدد کیلئے تحریک کی۔ یہ خطوط جب حاجیوں کے سامنے پڑھے گئے تو چاروں طرف سے ایک جوش پیدا ہو گیا اور مسلمانوں نے حج کے بعد ان فتنہ پردازوں سے جہاد کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا۔

"مفسدوں کے جاسوسوں نے انہیں اس ارادہ کی اطلاع دے دی تھی اور اب ان کے کیمپ میں سخت گھبراہٹ کے آثار تھے۔ حتیٰ کہ ان میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں تھیں کہ اب اس شخص کے قتل کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ اور اگر اسے ہم نے قتل نہ کیا تو مسلمانوں کے ہاتھوں سے ہمارے قتل میں کوئی شبہ نہیں۔ اس گھبراہٹ کو اس خبر نے اور بھی دوبالا کر دیا کہ شام اور کوفہ اور بصرہ میں بھی حضرت عثمانؓ کے خطوط پہنچ

Digitized By Khilafat Library Rabwah

گئے ہیں اور وہاں کے لوگ جو پہلے ہی حضرت عثمانؓ کے احکام کے منتظر تھے ان خطوط کے پہنچنے پر اور بھی جوش سے بھر گئے ہیں اور صحابہؓ نے اپنی ذمہ داری کو محسوس کر کے مسجدوں اور مجلسوں میں تمام مسلمانوں کو ان کے فرائض کی طرف توجہ دلا کر ان مفسدوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ دے دیا ہے۔ اور وہ کہتے ہیں جس نے آج جہاد نہ کیا اس نے گویا کچھ بھی نہ کیا۔

حضرت عثمانؓ کے گھر پر مفسدوں کا حملہ:۔

غرض ان خبروں سے باغیوں کی گھبراہٹ اور بھی بڑھ گئی۔ آخر حضرت عثمانؓ کے گھر پر حملہ کر کے بزور اندر داخل ہونا چاہا۔ صحابہؓ نے مقابلہ کیا اور آپس میں سخت جنگ ہوئی گو صحابہؓ کم تھے مگر ان کی ایمانی غیرت ان کی کمی کی تعداد کو پورا کر رہی تھی۔ جس جگہ لڑائی ہوئی یعنی حضرت عثمانؓ کے گھر کے سامنے وہاں جگہ بھی تنگ تھی۔ اس لئے بھی مفسد اپنی کثرت سے زیادہ فائدہ نہ اٹھا سکے۔ حضرت عثمانؓ کو اس لڑائی کا علم ہوا تو آپ نے صحابہؓ کو لڑنے سے منع کیا۔ مگر وہ اس وقت حضرت عثمانؓ کو اکیلا چھوڑ دینا ایمانداری کے خلاف اور اطاعت کے حکم کے متضاد خیال کرتے تھے۔ اس لئے انہوں نے لوٹنے سے انکار کر دیا۔

حضرت عثمانؓ کا صحابہ کو وصیت کرنا:۔

آخر حضرت عثمانؓ نے ڈھال ہاتھ میں پکڑی اور باہر تشریف لے آئے اور صحابہؓ کو اپنے مکان کے اندر لے گئے اور دروازے بند کرا دیئے اور آپ نے سب صحابہؓ اور ان کے مددگاروں کو وصیت کی کہ خدا تعالیٰ نے آپ لوگوں کو دنیا اس لئے نہیں دی کہ تم اس کی طرف جھک جاؤ۔ بلکہ اس لئے دی ہے کہ تم اس کے ذریعہ سے آخرت کے سامان جمع کرو۔ یہ دنیا تو فنا ہو جائے گی اور آخرت ہی باقی رہے گی۔ پس چاہئے کہ فانی چیز تم کو غافل نہ کرے۔ باقی رہنے والی چیز کو فانی ہو جانے والی چیز پر مقدم کرو اور خدا تعالیٰ کی ملاقات کو یاد رکھو اور جماعت کو پراگندہ نہ ہونے دو۔ اور اس نعمت الٰہی کو مت بھولو کہ تم ہلاکت کے گڑھے میں گرنے والے تھے اور خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے تم کو نجات دے کر بھائی بھائی بنا دیا اس کے بعد آپ نے سب کو رخصت کیا۔ اور کہا کہ خدا تعالیٰ تمہارا حافظ و ناصر ہو۔ تم سب اب گھر سے باہر جاؤ اور ان صحابہؓ کو بھی بلواؤ جن کو مجھ تک آنے نہیں دیا تھا۔ خصوصاً حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ کو۔

یہ لوگ باہر آ گئے اور دوسرے صحابہؓ کو بھی بلوایا گیا۔ اس وقت کچھ ایسی کیفیت پیدا ہو رہی تھی اور ایسی افسردگی چھا رہی تھی کہ باغی بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہے۔ اور کیوں نہ ہوتا سب دیکھ رہے تھے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی جلائی ہوئی ایک شمع اب اس دنیا کی عمر کو پوری کر کے اس دنیا کے لوگوں کی نظر سے اوجھل ہونے والی ہے۔ غرض باغیوں نے زیادہ تعرض نہ کیا اور سب صحابہؓ جمع ہوئے۔ جب لوگ جمع ہو گئے تو آپ گھر کی دیوار پر چڑھے اور فرمایا میرے قریب ہو جاؤ۔ جب سب قریب ہو گئے تو فرمایا کہ اے لوگو! بیٹھ جاؤ۔ اس پر صحابہ بھی اور مجلس کی ہیبت سے متاثر ہو کر باغی بھی بیٹھ گئے۔ جب سب بیٹھ گئے تو آپ نے فرمایا کہ اہل مدینہ! میں تم کو خدا تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں اور اس سے دعا کرتا ہوں کہ وہ میرے بعد تمہارے لئے خلافت کا کوئی بہتر انتظام فرما دے۔ آج کے بعد اس وقت تک کہ خدا تعالیٰ میرے متعلق کوئی فیصلہ فرما دے میں باہر نہیں نکلوں گا اور میں کسی کو کوئی ایسا اختیار نہیں دے جاؤں گا کہ جس کے ذریعہ سے دین یا دنیا میں وہ تم پر حکومت کرے۔ اور اس امر کو خدا تعالیٰ پر چھوڑ دوں گا کہ وہ جسے چاہے اپنے کام کے لئے پسند کرے۔ اس کے بعد صحابہ و دیگر اہل مدینہ کو قسم دی کہ وہ آپ کی حفاظت کر کے اپنی جانوں کو خطرہ میں نہ ڈالیں اور اپنے گھروں کو چلے جائیں۔

حاجیوں کی واپسی پر باغیوں میں گھبراہٹ:۔

باغیوں کی

Digitized By Khilafat Library Rabwah

گھبراہٹ اور جوش کی کوئی حد باقی نہ رہی جب کہ حج سے فارغ ہو کر آنے والے لوگوں میں سے اکے دکے مدینہ میں داخل ہونے لگے۔ اور ان کو معلوم ہو گیا کہ اب ہماری قسمت کے فیصلہ کا وقت بہت نزدیک ہے۔ چنانچہ مغیرہ بن الاخنس سب سے پہلے شخص تھے جو حج کے بعد ثواب جہاد کے لئے مدینہ میں داخل ہوئے اور ان کے ساتھ ہی یہ خبر باغیوں کو ملی کہ اہل بصرہ کا لشکر جو مسلمانوں کی امداد کے لئے آ رہا ہے ضرار مقام پر جو مدینہ سے صرف ایک دن کے راستے پر ہے آ پہنچا ہے۔ ان خبروں سے متاثر ہو کر انہوں نے فیصلہ کیا کہ جس طرح ہو اپنے مدعا کو جلد پورا کیا جائے اور چونکہ وہ صحابہؓ اور ان کے ساتھی جنہوں نے باوجود حضرت عثمانؓ کے منع کرنے پر آپ کی حفاظت نہ چھوڑی تھی اور صاف کہہ دیا تھا کہ اگر ہم آپ کو باوجود ہاتھوں میں طاقت مقابلہ ہونے کے چھوڑ دیں تو خدا تعالیٰ کو کیا مونہہ دکھائیں گے۔ بوجہ اپنی قلت تعداد اب مکان کے اندر کی طرف سے حفاظت کرتے تھے اور دروازہ تک پہنچنا باغیوں کے لئے مشکل نہ تھا۔ انہوں نے دروازہ کے سامنے لکڑیوں کے انبار جمع کر کے آگ لگا دی تاکہ دروازہ جل جاوے اور اندر پہنچنے کا راستہ مل جاوے۔

لیکن جانثاران خلافت نے پوری مضبوطی کے ساتھ دشمن کے اس وار کو بھی اپنے سینوں پر روکا اور پوری کوشش کے باوجود دشمن گھر کے اندر داخل ہونے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ چنانچہ جب ان مفسدوں نے دیکھا کہ دروازے کے راستے اندر پہنچنا ممکن نہیں ہے تو انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ کسی ہمسایہ کے گھر کی دیوار پھاند کر حضرت عثمانؓ کو قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ اس ارادے سے چند لوگ ایک ہمسایہ کی دیوار پھاند کر آپ کے کمرہ میں گھس گئے۔ جب اندر گھسے تو حضرت عثمانؓ قرآن کریم پڑھ رہے تھے اور جب سے کہ محاصرہ ہوا تھا رات دن آپ کا یہی شغل تھا کہ نماز پڑھتے یا قرآن کریم کی تلاوت کرتے اور اس کے سوا اور کسی کام کی طرف توجہ نہ کرتے اور ان دنوں میں صرف آپ نے ایک کام کیا اور وہ یہ کہ ان لوگوں کے گھروں میں داخل ہونے سے پہلے آپ نے دو آدمیوں کو خزانہ کی حفاظت کے لئے مقرر کیا۔ کیونکہ جیسا کہ ثابت ہے اس دن رات کو رؤیا میں رسول کریم ﷺ آپ کو نظر آئے اور فرمایا کہ عثمانؓ آج شام کو روزہ ہمارے ساتھ کھولنا۔ اس رؤیا سے آپ کو یقین ہو گیا تھا کہ آج میں شہید ہو جاؤں گا پس آپ نے اپنی ذمہ داری کا خیال کر کے دو آدمیوں کو حکم دیا کہ وہ خزانہ کے دروازہ پر کھڑے ہو کر پہرہ دیں تاکہ شور و شر میں کوئی شخص خزانہ لوٹنے کی کوشش نہ کرے۔

واقعات شہادت حضرت عثمانؓ:۔

غرض جب یہ لوگ اندر پہنچے تو حضرت عثمان کو قرآن کریم پڑھتے پایا ان حملہ آوروں میں محمد بن ابی بکر بھی تھے۔ اور بوجہ اپنے اقتدار کے جو ان لوگوں پر ان کو حاصل تھا اپنا فرض سمجھتے تھے کہ ہر ایک کام میں آگے ہوں۔ چنانچہ انہوں نے بڑھ کر حضرت عثمان کی داڑھی پکڑ لی اور زور سے جھٹکا دیا۔ حضرت عثمانؓ نے ان کے اس فعل پر صرف اس قدر فرمایا کہ اے میرے بھائی کے بیٹے! اگر تیرا باپ (حضرت ابوبکرؓ) اس وقت ہوتا تو کبھی ایسا نہ کرتا۔ تجھے کیا ہوا تو خدا کے لئے مجھ پر ناراض ہے۔ کیا اس کے سوا تجھے مجھ پر کوئی غصہ ہے کہ تجھ سے میں نے خدا کے حقوق ادا کروائے ہیں۔ اس پر محمد بن ابی بکر شرمندہ ہو کر واپس لوٹ گئے۔ لیکن دوسرے شخص وہیں رہے اور چونکہ اس رات بصرہ کے لشکر کی مدینہ میں داخل ہو جانے کی یقینی خبر آ چکی تھی اور یہ موقع ان لوگوں کے لئے آخری موقع تھا ان لوگوں نے فیصلہ کر لیا کہ بغیر اپنا کام کئے واپس نہ لوٹیں گے اور ان میں سے ایک شخص آگے بڑھا اور ایک لوہے کی سیخ حضرت عثمانؓ کے سر ماری اور پھر حضرت عثمانؓ کے سامنے جو قرآن دھرا ہوا تھا اس کو لات مار کر پھینک دیا۔ قرآن کریم لڑھک کر حضرت عثمانؓ کے پاس آ گیا اور آپ کے سر پر سے خون کے قطرات گر کر اس پر آ پڑے قرآن کریم کی بے ادبی تو کسی نے کیا کرنی ہے مگر ان لوگوں کے تقویٰ اور دیانت کا پردہ اس واقع سے اچھی طرح فاش ہو گیا۔

Digitized By Khilafat Library Rabwah

جس آیت پر آپ کا خون گرا وہ ایک زبردست پیشگوئی تھی جو اپنے وقت میں جا کر اس شان سے پوری ہوئی کہ سخت دل سے سخت دل آدمی نے اس کے خونی حروف کی جھلک کو دیکھ کر خوف سے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ وہ آیت یہ تھی

فسیکفیکھم اللہ وھوا السمیع العلیم

(البقرہ:۱۳۸) اللہ تعالیٰ ضرور ان سے تیرا بدلہ لے گا اور وہ بہت سننے والا اور جاننے والا ہے۔

اس کے بعد ایک اور شخص سودان نامی آگے بڑھا اور اس نے تلوار سے آپ پر حملہ کرنا چاہا۔ پہلا وار کیا تو آپ نے اپنے ہاتھ سے اس کو روکا اور آپ کا ہاتھ کٹ گیا۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ کی قسم یہ وہ ہاتھ ہے جس نے سب سے پہلے قرآن کریم لکھا تھا۔ اس کے بعد پھر اس نے دوسرا وار کر کے آپ کو قتل کرنا چاہا تو آپ کی بیوی نائلہ وہاں آگئیں اور اپنے آپ کو بیچ میں کھڑا کر دیا مگر اس شقی نے ایک عورت پر وار کرنے سے بھی دریغ نہ کیا اور وار کر دیا جس سے آپ کی بیوی کی انگلیاں کٹ گئیں اور وہ علیحدہ ہو گئیں۔ پھر اس نے ایک وار حضرت عثمانؓ پر کیا اور آپ کو سخت زخمی کر دیا اس کے بعد اس شقی نے یہ خیال کر کے کہ ابھی جان نہیں نکلی شاید بچ جاویں اسی وقت جب کہ زخموں کے صدموں سے آپ بے ہوش ہو چکے تھے اور شدت درد سے تڑپ رہے تھے آپ کا گلا پکڑ کر گھونٹنا شروع کیا اور اس وقت تک آپ کا گلا نہیں چھوڑا جب تک آپ کی روح جسم خاکی سے پرواز کر کے رسول کریم ﷺ کی دعوت کو لبیک کہتی ہوئی عالم بالا کو پرواز کر گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون"

ایک بے مثال شخص دنیا سے رخصت ہو چکا تھا۔ آپ کی شہادت کی اطلاع چند ہی روز میں سب علاقوں میں پھیل گئی اور خلافت سے محبت رکھنے والے جانثار تڑپ اٹھے۔ خصوصاً شام کے صوبے میں جس کے گورنر امیر معاویہ تھے یہ خبر انتہائی دکھ کے ساتھ سنی گئی اور ایک حشر بپا ہو گیا۔ جذبات نے غلط رنگ اختیار کر لیا اور بپھرے ہوئے جلوسوں میں انتقام کے نعرے لگنے لگے۔

خلافت سے قبل بھی اور بار خلافت پڑنے کے بعد بھی حضرت عثمانؓ نے مسلمانوں کی جو خدمت کی وہ ناقابل فراموش ہے۔ مدینہ کے پیاسے لوگوں کے لئے بئر رومہ خرید کر وقف کرنا۔ غزوات میں اپنے مال و دولت کے ذریعے سے سپاہیوں کی ضروریات پوری کرنا۔ خلافت کے بعد بڑی محبت اور محنت کے ساتھ مسجد نبوی کی توسیع اور پختہ عمارت کی تعمیر۔ قرآن کریم کو ایک صحیفے کی شکل میں تمام علاقوں میں پھیلانا۔ فوجی خدمات اور فتوحات۔ غرضیکہ آپ کی زندگی تمام کی تمام خدمت اسلام سے عبارت ہے۔ حضرت سلیمانؑ کی طرف آپ کو بھی عمارات بنوانے کا بہت شوق تھا۔ نام میں وزن کی مشابہت بھی تھی اور شوق بھی ایک جیسا تھا۔ (ملفوظات جلد ۴ صفحہ ۹۳)

مدینہ میں رسول اللہ ﷺ کی مسجد مسلمانوں کی کثرت کی وجہ سے ناکافی معلوم ہوتی تھی۔ آپ نے اپنی خلافت کے آغاز میں ہی یہ منصوبہ بنایا کہ مسجد کے اردگرد کے مکانات خرید کر مسجد کی توسیع کر لی جائے۔ لیکن وہ لوگ جو مسجد نبوی کے اردگرد رہائش پذیر تھے وہ برکت کے خیال سے مسجد کے پاس سے جانا نہیں چاہتے تھے۔ باوجود اس کے کہ انہیں بھاری معاوضوں کی پیشکش کی گئی لیکن انہوں نے یہ جگہ دینے سے انکار کر دیا۔ حضرت عثمانؓ نے ان لوگوں کو بہت مرتبہ قائل کرنے کی کوشش کی اور بالآخر ۲۹ ہجری میں آپ ان لوگوں کو سمجھانے میں کامیاب ہو گئے اور مسجد نبوی کی تعمیر نو شروع کی گئی۔ آپ بڑی محبت کے ساتھ خود موقع پر موجود رہتے اور اپنی نگرانی میں مسجد کی تعمیر کرواتے رہے۔ یوں دس ماہ کی محنت کے بعد ایک خوبصورت اور زیادہ وسیع مسجد تعمیر کی گئی جو اپنی خوبصورتی میں بھی بے نظیر تھی۔ یہ مسجد آپ کے دور خلافت کا ایک خوبصورت اور دیدہ زیب کارنامہ ہے۔

Digitized By Khilafat Library Rabwah

تعارف کتب

روحانی خزائن

آئینہ کمالات اسلام

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-
"اس کتاب کی تحریر کے وقت دو دفعہ جناب رسول اللہ ﷺ کی زیارت مجھ کو ہوئی اور آپؐ نے اس کتاب کی تالیف پر بہت مسرت ظاہر کی اور ایک رات یہ بھی دیکھا کہ ایک فرشتہ بلند آواز سے لوگوں کے دلوں کو اس کی طرف بلاتا ہے اور کہتا ہے ھٰذا کتاب مبارک فقوموا للاجلال والاکرام یعنی یہ کتاب مبارک ہے اس کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاؤ"۔ (آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۶۵۲)

تعارف

اس کا دوسرا نام "دافع الوساوس" ہے۔ یہ کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے۔ ایک حصہ اردو میں جو کہ ۱۸۹۲ء کا تصنیف کردہ اور دوسرا عربی حصہ ۱۸۹۳ء کے آغاز میں لکھا گیا۔ دوسرا عربی والا حصہ "التبلیغ" کے نام سے بھی معروف ہے۔ یہ کتاب پہلی بار فروری ۱۸۹۳ء میں مطبع ریاض ہند قادیان سے شائع ہوئی۔

پس منظر

اس کتاب کی وجہ تالیف اس کتاب سے ہی ظاہر ہے کہ ایک طرف اسلام کے خلاف پادریوں کی دجالی فتنہ کی مہم جاری تھی اور دوسری طرف خود علمائے اسلام کے ایسے عقائد اور ایسی تاویلات تھیں کہ جن سے بجائے خود اسلام اور بانی اسلام آنحضرت ﷺ کی توہین ہوتی تھی اور عیسائیت اور حضرت عیسیٰ کی افضیلت و برتری ثابت ہوتی تھی۔ اور یہی عیسائی پادریوں کا مقصد تھا اور وہ اس میں بلا روک ٹوک کامیابیوں کے جھنڈے گاڑے چلے جا رہے تھے اور ان کے راستہ میں کوئی ایسی چیز نہیں تھی جو ان کی منزل سے انہیں روک سکے یا ان کے مقصد میں انہیں ناکام کر سکے۔ ان حالات میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام جری و بہادر پہلوان کی طرح میدان میں اترے اور (دین حق) کے دفاع کا بیڑا اٹھایا۔

اسی سلسلہ کی ایک کڑی یہ کتاب ہے۔ اس میں آپ نے اسلام کی فضیلت آنحضرت ﷺ کا مقام و مرتبہ اور قرآن کے مقام کو بیان کیا اور ثابت کیا کہ اسلام ہی سب سے افضل ہے اور بانی اسلام اور قرآن ہی سب سے بالا و برتر ہے۔

اس کتاب میں آپ نے بعض مسلمان علماء کے نظریات اور تاویلات کو بھی زیر بحث لا کر غلط ثابت کیا ہے کیونکہ ان بے چارے مسلمانوں نے گو اپنی طرف سے اسلام پر ہونے والے حملوں کا جواب دینا چاہا لیکن بدقسمتی سے یوروپین فلسفہ سے مرعوب ہو کر اسلامی عقائد کی ایسی تشریح کی جو قرآن و احادیث نبویہ کی بھی خلاف تھی اور اسلام اور بانی اسلام کے مقام و مرتبہ کے بھی منافی تھی۔ اور یہ تائید بجائے تائید کے توہین و تحقیر اور

Digitized By Khilafat Library Rabwah

تضحیک کا روپ دھار گئی۔ حضور نے اس کتاب میں ان نظریات کی بھی اصلاح فرمائی۔ جن میں بطور خاص سر سید احمد خان صاحب کے نظریات کا ذکر کیا جن کے مطابق انہوں نے فرشتوں کے وجود سے انکار کیا۔ وحی و نبوت کے بارے میں غلط عقیدہ وغیرہ وغیرہ۔

حضرت مسیح موعود نے اس کتاب میں جدید سائنسی تحقیقات اور فلاسفروں کے دلائل سے مرعوب ہونے والوں اور ان کی ظاہری فتح سے خوفزدہ دلوں کو خوشخبری دیتے ہوئے اسی کتاب میں فرمایا:۔

"اس زمانہ میں جو مذہب اور علم کی نہایت سرگرمی سے لڑائی ہو رہی ہے اس کو دیکھ کر اور علم کے مذہب پر حملے مشاہدہ کر کے بے دل نہیں ہونا چاہئے کہ اب کیا کریں یقیناً سمجھو کہ اس لڑائی میں اسلام کو مغلوب اور عاجز دشمن کی طرح صلح جوئی کی حاجت نہیں بلکہ اب زمانہ اسلام کی روحانی تلوار کا ہے جیسا کہ وہ کسی وقت اپنی ظاہری طاقت دکھلا چکا ہے۔ یہ پیشگوئی یاد رکھو کہ عنقریب اس لڑائی میں بھی دشمن ذلت کے ساتھ پسپا ہو گا اور اسلام فتح پائے گا۔ حال کے علوم جدیدہ کیسے ہی زور آور حملے کریں کیسے ہی نئے نئے ہتھیاروں کے ساتھ چڑھ چڑھ کر آویں مگر انجام کار ان کے لئے ذلت ہے۔ میں شکر نعمت کے طور پر کہتا ہوں کہ (دین حق) کی اعلیٰ طاقتوں کا مجھ کو علم دیا گیا ہے۔ جس علم کی رو سے میں کہہ سکتا ہوں کہ اسلام نہ صرف فلسفہ جدیدہ کے حملہ سے اپنے تئیں بچائے گا بلکہ حال کے علوم مخالفہ کی جہالتیں ثابت کر دے گا۔ اسلام کی سلطنت کو ان چڑھائیوں سے کچھ بھی اندیشہ نہیں ہے۔ جو فلسفہ اور طبعی کی طرف سے ہو رہے ہیں۔ اس کے اقبال کے دن نزدیک ہیں اور میں دیکھتا ہوں کہ آسمان پر اس کی فتح کے نشان نمودار ہیں۔ یہ اقبال روحانی ہے اور فتح بھی روحانی تا باطل علم کی مخالفانہ طاقتوں کو ایسا ضعیف کر دے کہ کالعدم کر دیوے۔"

(آئینہ کمالات اسلام حاشیہ صفحہ ۲۵۴، ۲۵۵)

مضامین کتاب

اس کتاب میں مذکور مضامین اور حقائق و معارف کا سمندر بہہ رہا ہے۔ جس کو چند صفحوں میں بیان کرنا کارے دارد ہے۔ قارئین صفحہ بصفحہ آپ کو ساتھ ساتھ لئے چلتے ہیں یہ بتاتے ہوئے کہ ان صفحات میں اب کیا مضمون بیان ہو رہا ہے۔

آئینہ کمالات اسلام

" ٹائیٹل کے صفحہ دو پر اپنی جماعت کے لئے چند اشعار بطور نصیحت اور دعوت دین حق" حضور نے تحریر فرمائے ہیں۔ اکیس اشعار پر مشتمل اس نظم میں حضور احباب کو خدمت دین کی اہمیت و فضیلت کا تذکرہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

بکوشید اے جوانان تابہ دیں قوت شود پیدا
بہار و رونق اندر روضہ ملت شود پیدا
اگر امروز فکر عزت دیں راشما جوشد
شمارا نزد اللہ رتبت و عزت شود پیدا
دو روز عمر خود کار دیں کوشید اے یاراں
کہ آخر ساعت رحلت بصد حسرت شود پیدا
بمنت ایں اجر نصرت رادہندت اے اخی ورنہ
قضائے آسمان ست ایں بہرحالت شود پیدا

- صفحہ ۱ تا ۲۳۔ عربی زبان میں حضور کی تحریر ہے جس میں
- اللہ تعالیٰ کی حمد بیان فرما رہے ہیں کہ جو اپنے انبیاء و اولیا اور پیاروں کے ذریعہ اپنی معرفت اور نعمتوں کا نزول فرماتا ہے۔
- اور سب سے بڑی نعمت آنحضرت ﷺ کا وجود باجود ہے اور آنحضرت ﷺ کی سیرت طیبہ و مبارکہ کا بیان ہے۔
- اسی مضمون میں حضور نے اس زمانے کے علماء سو کا ذکر بھی کیا ہے اور اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کی ہے کہ خدا تعالیٰ آپ کی نصرت فرمائے اور آپ کی جدوجہد اور محنتوں کو قبول فرماتے ہوئے اسلام کو زندہ کر دے۔

Digitized By Khilafat Library Rabwah

پھر آپ نے ان علماء کا جو کہ آپ پر طعن کرتے ہیں ان کا آنحضرت ﷺ کی سیرت مبارکہ کے ذکر کے درمیان ذکر کرنے کی وجہ بیان فرمائی کہ آخر کیوں حضور ﷺ کے تذکرہ مبارک کے درمیان ان علماء کا ذکر شروع کیا کیونکہ:۔

اول: آنحضرت ﷺ ہی ان کے سینوں کی شفا کا باعث بن سکتے ہیں۔ اور تا کہ وہ آنحضرت ﷺ کی سیرت و سوانح کو بھی سامنے رکھیں۔ صفحہ ۹

دوم: اور دوسری وجہ یہ بیان فرمائی تاکہ آنحضرت ﷺ کے طفیل اللہ ان علماء پر رحم فرمائے اور ان کو توبہ کی توفیق دے۔

اس عربی مضمون میں حضور نے مسیحی پادریوں کی آنحضرت ﷺ کے خلاف دریدہ دہنی کا بھی تذکرہ فرمایا اور اس ضمن میں آنحضرت ﷺ کی محبت اور عشق میں اور آپ کی غیرت سے مغلوب ہو کر جو الفاظ آپ نے کہے وہ ایسے ہیں کہ حضور ﷺ کے ساتھ آپ کے عشق کی انتہاء کا ثبوت دیتے ہیں اور اس بات کی دلیل ہیں کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ آنحضرت ﷺ کے عشق میں فنا ہو چکے ہیں۔ اور دنیا و مافیہا میں سب سے محبوب آپ کو ایک ہی وجود ہے اور وہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا وجود مبارک ہے۔ اور اس ہستی کے خلاف آپ ایک لحہ کے لئے' ایک لفظ بھی سن نہیں سکتے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔

وما اذی قلبی شیی کاستہزاء ھم فی شان المصطفی وجرجھم فی عرض خیرالوری و واللہ لو قتلت جمیع صبیانی و اولادی و احفادی باعیننی

وقطعت أيدى وأرجلى وأخرجت الحوقة من عينى وابعدت من كل مرادى و اونى وارنى ما كان على اشق من ذلك (صفحہ ۱۵)

کہ آنحضرت ﷺ کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے اور آپ کی توہین کرتے ہوئے ان کے استہزاء سے بڑھ کر میرے دل کو اور کسی چیز نے دکھی نہیں کیا۔

خدا کی قسم اگر میرے سارے بچے اور میری اولاد اور میری اولاد کی اولاد کو میری آنکھوں کے سامنے قتل کر دیا جائے اور میرے ہاتھ اور میرے پاؤں کاٹ ڈالے جائیں اور میری پتلیوں کو میری آنکھوں سے نکال کر پھینک دیا جائے اور مجھے میری ہر مراد سے بے مراد کر دیا جائے۔

یہ سب تکلیفیں اور دکھ بھی آنحضرت ﷺ کے ایک دکھ سے زیادہ بڑھ کر نہیں ہو سکتے۔

○ صفحہ ۲۳ تا ۲۹۔ آنحضرت ﷺ کے عشق و محبت کے اظہار پر مبنی فارسی زبان میں نعتیہ کلام ہے اس کا پہلا شعر ہے۔

چو زمن آید ثنائے سرور عالی تبار
عاجز از مدحش زمین و آسمان و ہردوار

کہ بھلا مجھ سے اس عالی مرتبت بادشاہ کی مدح و ثنا کیسے ممکن ہو سکے گی کہ جس کی مدح سے زمین و آسمان اور دونوں جہان عاجز آ گئے۔ یہ نعت ۸۲ اشعار پر مشتمل ہے۔

مقدمہ کتاب

○ صفحہ ۳۰ سے اس کتاب کا مقدمہ شروع ہوتا ہے اور یہی مقدمہ آگے چل کر حقیقت اسلام کے بیان میں ختم ہو کر مضامین کو آگے بڑھاتا ہے اور پھر قریباً اردو حصہ کے آخر تک اسلام اور قرآن اور آنحضرت ﷺ کی صداقت و فضیلت کے بیان کا ایک دریا ہے جو موجیں مارتا ہوا بہتا چلا جاتا ہے۔

علماء و فقراء کی حالت زار

مقدمہ کے آغاز میں حضور نے اس زمانے کے علماء کی حالت کا نقشہ کھینچا ہے اور ان کی جلد بازیوں اور تحقیق سے عاری ذہنیت کا بیان ہے کہ گویا سوائے فتاویٰ تکفیر کے ان کا اور کوئی کام نہیں۔

صفحہ ۴۸ پر اس زمانے کے فقراء کی بدعتوں کا ذکر کیا ہے کہ جن کے ذریعہ وہ (دین حق) پر داغ لگا رہے ہیں۔

Digitized By Khilafat Library Rabwah

ضرورت زمانہ

پھر زمانے کی حالت کا بیان ہے کہ یہ وہ زمانہ ہے کہ جس میں (دین حق) کے خلاف طرح طرح کی زہرناک ہوائیں پھیل رہی ہیں اور ضروری تھا کہ خدا تعالیٰ اس کے سدباب کے لئے ضرور کوئی انتظام کرتا۔ لہٰذا اس نے کیا۔ اور وہ یہ تھا کہ اس نے "مسیح موعود" کو مبعوث کیا۔

حضور بیان فرماتے ہیں:۔

"زمانہ کی حالت کو دیکھو اور آپ ہی ایمانا گواہی دو کیا یہ وقت وہی وقت نہیں ہے جس میں الٰہی مددوں کی دین (حق) کو ضرورت ہے اس زمانہ میں جو کچھ دین اسلام اور رسول کریم ﷺ کی توہین کی گئی اور جس قدر شریعت ربانی پر حملے ہوئے اور جس طور سے ارتداد اور الحاد کا دروازہ کھلا کیا اس کی نظیر کسی دوسرے زمانے میں بھی مل سکتی ہے؟ کیا یہ سچ نہیں کہ تھوڑے ہی عرصہ میں اس ملک ہند میں ایک لاکھ کے قریب لوگوں نے عیسائی مذہب اختیار کر لیا اور چھ کروڑ اور کسی قدر زیادہ اسلام کے مخالف کتابیں تالیف ہوئیں اور بڑے بڑے شریف خاندانوں کے لوگ اپنے پاک مذہب کو کھو بیٹھے۔ یہاں تک کہ وہ جو آل رسول کہلاتے تھے وہ عیسائیت کا جامہ پہن کر دشمن رسول بن گئے اور اس قدر بدگوئی اور اہانت اور دشنام دہی کی کتابیں نبی کریم ﷺ کے حق میں چھاپی گئیں اور شائع کی گئیں کہ جن کے سننے سے بدن پر لرزہ پڑتا اور دل رو رو کر گواہی دیتا ہے کہ اگر یہ لوگ ہمارے بچوں کو ہماری آنکھوں کے سامنے قتل کرتے اور ہمارے جانی اور دلی عزیزوں کو جو دنیا کے عزیز ہیں، ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتے اور ہمیں بڑی ذلت سے جان سے مارتے اور ہمارے تمام اموال پر قبضہ کر لیتے تو واللہ ثم واللہ ہمیں رنج نہ ہوتا اور اس قدر کبھی دل نہ دکھتا جو ان گالیوں اور اس توہین سے جو ہمارے رسول کریم ﷺ کی کی گئی دکھا۔ پس کیا ابھی اس آخری مصیبت کا وہ وقت نہیں آیا جو (دین حق) کے لئے دنیا کے آخری دنوں میں مقدر تھا۔

پس وہ کونسا فساد کا زمانہ اور کس بڑے دجال کا وقت ہے جو اس زمانہ کے بعد آئے گا اور فتنہ اندازی کی رو سے اس سے بدتر ہوگا۔ ان آفتوں نے اسلام کے دونوں بازوں پر تبر رکھ دیا ہے اے سونے والو بیدار ہو جاؤ اے غافلو اٹھ بیٹھو کہ ایک انقلاب عظیم کا وقت آ گیا۔ یہ رونے کا وقت ہے نہ سونے کا اور تضرع کا وقت ہے نہ ٹھٹھے اور ہنسی اور تکفیر بازی کا۔ دعا کرو کہ خداوند کریم تمہیں آنکھیں بخشے تا تم موجودہ ظلمت کو بھی بتمام و کمال دیکھ لو اور نیز اس نور کو بھی جو رحمت الٰہیہ نے اس ظلمت کے مٹانے کے لئے تیار کیا ہے۔

پچھلی راتوں کو اٹھو اور خدا تعالیٰ سے رو رو کر ہدایت چاہو اور ناحق حقانی سلسلہ کے مٹانے کے لئے بددعائیں مت کرو اور نہ منصوبے سوچو۔ خدا تعالیٰ تمہارے غفلت اور بھول کے ارادوں کی پیروی نہیں کرتا وہ تمہارے دماغوں اور دلوں کی بیوقوفیاں تم پر ظاہر کرے گا اور اپنے بندہ کا مددگار ہوگا اور اس درخت کو کبھی نہیں کاٹے گا جس کو اس نے اپنے ہاتھ سے لگایا ہے کیا کوئی تم میں سے اپنے اس پودہ کو کاٹ سکتا ہے جس کے پھل لانے کی اس کو توقع ہے پھر وہ جو دانا و بینا اور ارحم الراحمین ہے وہ کیوں اپنے اس پودہ کو کاٹے گا جس کے پھل کے مبارک دنوں کی وہ انتظار کر رہا ہے......"

(کتاب ہذا صفحہ ۴۳۔۵۴)

○ صفحہ ۵۵ تا ۵۷۔ ۳۵ اشعار پر مشتمل ایک نظم ہے جس میں حضور علیہ السلام نے اپنا مقام اور خدا تعالیٰ کے پیار و محبت اور اس کی تائید و نصرت کا تذکرہ فرمایا ہے۔ اس شعر کو پڑھیں یہ ایک شعر ہی آپ کی ساری محبت اور مقام کا عنوان بن جائے۔ فرماتے ہیں۔

Digitized By Khilafat Library Rabwah

من از یار آدم تا خلق را ایں ماہ بنمایم
گر امروزم نمی بینی بہ بینی روز حسرت را

کہ میں اس یار الٰہ کی طرف سے مبعوث کیا گیا ہوں تا کہ میں (دین حق کے) چاند کو دکھلاؤں اور اگر آج تم مجھے نہیں پہچانو گے تو یاد رکھو کہ ایک دن حسرت کے ساتھ میرے مقام کو دیکھو گے۔

دین حق کی حقیقت

صفحہ ۵۷ سے اسلام کی عارفانہ حقیقت کا بیان ہے جس میں حضور نے قرآنی آیات اور لغت کی روشنی میں اسلام کی اعلیٰ و ارفع حقیقت کی تفسیر بیان فرمائی ہے اور فنا' بقا اور لقا کے صوفیانہ مراتب کا بیان ہے۔ اور فرمایا ہے کہ لقا کا مرتبہ سب سے اکمل اور اعلیٰ ہے اور اس مقام پر پہنچ کر انسان الٰہی طاقت کے رنگ میں رنگین ہو جاتا ہے اور پھر مثالوں کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ اس مقام پر سب سے اونچے درجہ پر فائز تھے اور اس کی مثال میں آنحضرت ﷺ کے اقتدار و معجزات کا تذکرہ ہے (صفحہ ۶۵)

روح القدس کا دائمی ساتھ

پھر آپ نے بیان فرمایا ہے کہ ایسے مقام پر فائز محبوبان خدا کے ساتھ روح القدس کی روشنی ہر وقت شامل حال ہوتی ہے اور پھر کبھی ان سے جدا نہیں ہوتی۔ اور قرآنی آیات سے ثابت کیا ہے کہ روح القدس کی رفاقت دائمی ہے۔ اس ضمن میں سورۃ الطارق اور دوسری قرآنی آیات اور احادیث نبویہ کی پر معارف تفسیر کا ایک خزانہ ہم اس میں پاتے ہیں۔ صفحہ ۷۶

○ اسی تفسیر کے ضمن میں درج ذیل سوالوں کا جواب بھی ہمیں ملتا ہے مثلاً

○ ملائک اور جنات کا وجود۔ (صفحہ ۸۶)

○ داعی الی الخیر اور داعی الی الشر۔ دو وجود اور انسان کے ساتھ ان کا تعلق۔ (صفحہ ۸۹)

○ روح القدس کبھی کبھی انسانوں سے جدا بھی ہو جاتا ہے۔ (صفحہ ۹۰)

○ فرشتوں اور خصوصاً جبرئیل کے نزول کی کیفیت۔ (صفحہ ۱۱۹)

○ قرآن مجید کی تعلیم کا کمال اور اس کی وجوہات۔ (صفحہ ۱۲۶)

○ عالم آخرت کی کیفیت۔ (صفحہ ۱۴۸)

○ وحملها الانسان انه کان ظلوما جهولا کی تفسیر (صفحہ ۱۲۸)

○ اسلام کی حقیقت اور اس کے حصول کے وسائل (صفحہ ۱۲۶ اور ۱۷۹)

○ انجیل کے بیان "قیامت اور زندگی میں ہی ہوں" پر محاکمہ (صفحہ ۱۹۹)

○ آخری زمانہ کا بیان اور "آخرین منہم" کی تشریح (صفحہ ۲۱۳)

○ اسلام کے ثمرات اور برکات اور اس کی تفصیلات (صفحہ ۲۲۶)

○ یہ کہ دین حق کی برکات اب بھی جاری ہیں اور اس کا مصداق میں خود ہوں۔ (صفحہ ۲۴۶)

○ آئمہ التکفیر کو دعوت مباحلہ اور مباہلہ کا اشتہار۔ (صفحہ ۲۵۶)

○ اور ایسا ہی جملہ پادری صاحبان' ہندو' آریہ و دیگر علماء کو مقابلہ کی دعوت۔ (صفحہ ۲۷۲)

○ نیز بعض قرآنی آیات کی تشریح و تفسیر کرتے ہوئے بعض اعتراضات کا جواب حضور نے اس کتاب کے حاشیہ میں دیا جو کہ صفحہ ۷۶ سے ۲۷۳ تک چلتا ہے اس میں سے بعض کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے۔ مثلاً

○ جب روح القدس صرف مقربین کو ملتا ہے تو ہر ایک کا نگہبان کیسے ہوا (صفحہ ۷۷ حاشیہ)

○ اگر روح القدس انسان کو بدیوں سے روکنے کے لئے مقرر

بقیہ صفحہ 16 پر

Digitized By Khilafat Library Rabwah

رپورٹ ہفتہ خدمتِ خلق بر موقع عید الفطر

مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان

(رپورٹ از ڈاکٹر عبداللہ پاشا مہتمم خدمت خلق)

خدام الاحمدیہ پاکستان کی مختلف مجالس کی طرف سے 15 تا 21 جنوری 99ء ہفتہ خدمت خلق منایا گیا جس کے دوران خدام نے بھرپور کارکردگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے خصوصاً عید الفطر کے موقع پر مستحق اور نادار افراد کی احسن رنگ میں خدمت کی توفیق پائی۔ زیادہ تر مجالس نے اشیائے خوردونوش مثلاً چینی، چاول، گھی، سویاں، دودھ اور بسکٹ وغیرہ کے علاوہ روزمرہ استعمال کی اشیاء مثلاً صابن، کپڑے اور جوتے وغیرہ گفٹ پیکس کی صورت میں مستحقین اور SOS VILLAGES وغیرہ کے دورہ جات کے دوران مریضوں اور مستحقین کی خدمت کی اسی طرح جیلوں کے دوروں کے دوران قیدیوں میں بھی گفٹ پیکس تقسیم کئے گئے۔ تاحال کی موصولہ رپورٹس کے مطابق تقریباً سات لاکھ روپے کے اخراجات سے تقریباً دس ہزار افراد کو عید کی خوشیوں میں شامل کیا گیا۔ الحمد للہ

زیادہ تر رپورٹس بہت تفصیلی ہیں جن کا خلاصہ ضلع وار درج ذیل ہے۔

۱۔ ضلع لاہور مختلف مجالس کی طرف سے مجموعی طور پر تقریباً 2 لاکھ 26 ہزار روپے کی اشیائے خوردونوش پر مشتمل 2678 گفٹ پیکس تقسیم کئے گئے۔ ان میں سے 260 یتیم خانہ میں اور 1038 گفٹ پیکس جیلوں کے دورہ جات کے دوران تقسیم کئے گئے۔ اس کے علاوہ 6 ہسپتالوں کے 11 دورے کئے گئے اور 855 مریضوں میں گفٹ پیکس تقسیم کئے گئے۔

اس سلسلے میں ٹاؤن شپ، دارالذکر، گلبرگ، وحدت کالونی، علامہ اقبال ٹاؤن، رحمان پورہ اور فیصل ٹاؤن کی مجالس نے اعلیٰ کارکردگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے مستحقین کی خدمت کی۔ اسی طرح کوٹ لکھپت، کیولری گراؤنڈ، شالامار ٹاؤن اور مغل پورہ کی مجالس نے بھی ہفتہ منایا اور نادار افراد کی مدد کی۔

۲۔ ضلع کراچی ڈرگ کالونی، نارتھ کراچی، سرجانی ٹاؤن، گلشن احمد، ملیر کینٹ، ناظم آباد، مارٹن روڈ، ماڈل کالونی، النور، ڈرگ روڈ اور محمود آباد کی مجالس نے بھرپور خدمت کا مظاہرہ کرتے ہوئے تقریباً 30,000 روپے سے زائد مالیت کے تقریباً 400 سے زائد گفٹ پیکس مٹھائی اور کپڑے وغیرہ مختلف گھروں، ہسپتالوں اور جیلوں کے دوروں کے دوران مستحقین میں تقسیم کئے۔

۳۔ ضلع فیصل آباد قیادت ضلع اور مختلف مجالس کے زیر انتظام اندازاً ایک لاکھ 30 ہزار روپے کی اشیائے خوردونوش کے ایک ہزار کے قریب گفٹ پیکس، مٹھائی، تحائف اور کپڑے وغیرہ قیدیوں، مریضوں اور دوسرے مستحقین میں تقسیم کئے گئے۔ قیادت ضلع کے علاوہ دارلذکر، چک 69 رب گھسیٹ پورہ، دارالحمد، 96 گ ب اور کریم نگر کی مجالس نے عمدہ کارکردگی دکھاتے ہوئے مستحقین کی خدمت کی۔

۴۔ ربوہ ربوہ کی مجلس کی طرف سے تقریباً =/89708 روپے کی اشیائے خوردونوش پر مشتمل 673 گفٹ پیکس نادار لوگوں اور قیدیوں میں تقسیم کئے گئے۔ اس کے علاوہ نئے بستر اور کپڑے وغیرہ اور =/4750 روپے کے 95 عید پیکس بھی تقسیم کئے گئے۔

۵۔ ضلع اسلام آباد ضلع کی مختلف مجالس کی طرف سے =/35000 روپے سے زائد کی اشیائے خوردونوش، پھل مٹھائی اور کپڑے وغیرہ مستحقین میں تقسیم کئے گئے۔ ناصر، غربی، شمالی، طاہر جنوبی، نور اور محمود کی مجالس نے نمایاں کارکردگی کا مظاہرہ کیا۔

Digitized By Khilafat Library Rabwah

۶- ضلع عمر کوٹ

ضلع کی مجالس دارالرحمت کنری، دارالفضل کنری، ناصر آباد فارم، احمد نگر اور نبی سر روڈ نے نمایاں خدمت کا مظاہرہ کرتے ہوئے تقریباً =/52485 روپے کی اشیائے خوردونوش، مٹھائی، کپڑے اور نقدی وغیرہ مفلس اور نادار لوگوں میں تقسیم کی۔ کریم نگر، پھیرو چیچی، لطیف نگر، نور نگر اور گوندل فارم کی مجالس نے بھی ہفتہ منایا۔

۷- ضلع ڈیرہ غازی خان

مختلف مجالس کی طرف سے =/5115 روپے سے زائد مالیت کے 210 اشیائے خوردونوش کے گفٹ پیکس، 105 فروٹ پیکس، 280 جوڑے کپڑے اور نقدی وغیرہ، ہسپتالوں، جیلوں اور مستحق گھروں میں تقسیم کی گئی۔ طاہر بلڈ بینک سے امسال اب تک 24 خون کی بوتلیں عطیہ کی جا چکی ہیں۔ سول لائن، ڈی جی خان شہر کی مجالس نے نمایاں کارکردگی کا مظاہرہ کیا، شادن لنڈ، بستی بزدار اور تونسہ شریف کی مجالس نے بھی خدمت کی توفیق پائی۔

۸- ضلع چکوال

مجلس دوالمیال کی طرف سے =/14000 روپے کی اشیائے خوردونوش 50 گھروں میں تقسیم کی گئیں اور مزید =/14000 روپے میڈیکل کیمپس کے لئے مختص کئے گئے۔

۹- ضلع حیدر آباد

ضلع کی مختلف مجالس کی طرف سے تقریباً =/15000 روپے سے زائد کی اشیائے خوردونوش، پھل، مٹھائیاں اور روزمرہ استعمال کی اشیاء مستحقین میں تقسیم کیں۔ لطیف آباد، حیدر آباد شہر، فیکٹری ایریا، بشیر آباد اور نصرت آباد کی مجالس نے احسن رنگ میں خدمت کی توفیق پائی۔

۱۰- ضلع سیالکوٹ

ڈسکہ کوٹ، ڈگری گھمناں، پسرور، ڈسکہ کلاں نے نمایاں کارکردگی کا مظاہرہ کیا، مجموعی طور پر =/26000 روپے سے زائد کے 150 کے قریب گفٹ پیکس اور دوسری اشیاء مستحقین میں تقسیم کی گئیں۔ گھٹیالیاں کلاں، سمبڑیال اور ریلوے کی مجالس نے بھی ہفتہ منایا۔

۱۱- ضلع حافظ آباد

ضلع کی مجالس نے تقریباً =/10,000 روپے سے زائد کی اشیائے خوردونوش اور روزمرہ استعمال کی اشیاء مستحقین میں تقسیم کیں۔ حافظ آباد شہر اور پریم کوٹ کے علاوہ چک چٹھہ، مانگٹ اونچا اور کولو تارڑ نے بھی خدمت کی توفیق پائی۔

۱۲- ضلع راولپنڈی

قیادت نور، لالہ رُخ واہ کینٹ، حلقہ بیت الحمد اور ٹیکسلا کی طرف سے مجموعی طور پر =/30,000 روپے سے زائد مالیت کے 250 سے زائد گفٹ پیکس، کپڑے اور نقدی وغیرہ تقسیم کی گئی۔

۱۳- ضلع سرگودھا

مجموعی طور پر تقریباً =/8800 روپے کی اشیائے خوردونوش کے گفٹ پیکس مستحق گھروں میں تقسیم کئے گئے۔ سرگودھا شہر، بھلوال، 99 شمالی اور 87 شمالی کی مجالس نے نمایاں کارکردگی کا مظاہرہ کیا۔

۱۴- ضلع بہاولنگر

ضلع کی 14 مجالس نے =/11000 روپے سے زائد کی اشیائے خوردونوش مستحقین میں تقسیم کیں۔ مجلس 166 مراد کی الگ رپورٹ بھی موصول ہوئی۔

۱۵- ضلع منڈی بہاؤالدین

منڈی بہاؤالدین شہر کی طرف سے =/7890 روپے کی اشیائے خوردونوش پر مشتمل 56 گفٹ پیکس تقسیم کئے گئے۔

۱۶- ضلع شیخوپورہ

شیخوپورہ شہر کی طرف سے اشیائے خوردونوش کے گفٹ پیکس اور کپڑے قیدیوں میں اور فروٹس ہسپتالوں میں تقسیم کئے گئے۔

۱۷- ضلع مردان

مجلس مردان کی طرف سے 200 گفٹ پیکس کے علاوہ کپڑے وغیرہ تقسیم کئے گئے۔

بقیہ صفحہ ...16... پر

Monthly **Khalid** Rabwah

Digitized By Khilafat Library Rabwah

Regd. No. CPL-139 Editor. Sayyed Mubashir Ahmad Ayaz March 1999

ربوہ میں گلِ داؤدی کے پھولوں کی پہلی نمائش کے چند مناظر (یہ نمائش گلشنِ احمد نرسری نے منعقد کی)